امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار

نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 64/74 | مورخہ ۲۲ر محرم الحرام ۱۴۴۶ھ مطابق ۲۹ر جولائی ۲۰۲۴ء روز سوموار | شمارہ نمبر-28

اس شمارہ میں

- اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
- دینی مسائل، حکایات اہل دل
- اسلام دین رحمت ہے
- حضرت شیخ الہنداور عصر حاضر کے مسائل
- مدارس کے طلبہ جدید ٹیکنالوجی......
- انکساری اور تواضع اختیار کیجئے
- اردو زبان وادب میں صوفیاء کرام......
- اخبار جہاں، ہفتہ رفتہ، طب وصحت

بین السطور

گناہ اور اس کے مضر اثرات

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

اللہ ورسول کے احکام پر عمل نہ کرنا اور جن کاموں کے کرنے سے منع کیا گیا ہے اس سے نہ رکنا، گناہ ہے، اسی طرح اللہ کے حکم کی تعمیل، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقہ کے خلاف کرنا گناہ ہوسکتا ہے، مثلا: اللہ رب العزت نے نماز پڑھنے کا حکم دیا اگر کوئی نہ پڑھے تو یہ گناہ کا باعث ہے، لیکن پڑھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقہ اور اوقات پر نہ پڑھے تو وہ تارک صلاۃ کے حکم میں ہوکر گناہگار ہوگا، مثلا: نماز میں دوسجدہ کرنا ہے، ایک ہی کرے، یا سورج اُگتے ڈوبتے اور عین دوپہر (زوال) میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے، اب اگر کوئی قصدا ایسا کرے تو گناہگار ہوگا، کیونکہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے اوقات کی خلاف ورزی کی، بندہ گناہ کرتا ہے، اللہ معاف کرتا رہتا ہے، بڑا سے بڑا گناہ توبہ کرنے سے معاف ہوجاتا ہے، بلکہ اللہ کی نوازش یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ گناہوں کو عمل صالح میں بدل دیتا ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے توبہ کرلیا وہ ایسا ہوجاتا ہے، جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں ہے، لیکن بندہ جب گناہ پر ڈھٹ ہوجاتا ہے، بار بار گناہ کرتا ہے اور اس پر اسے کوئی ندامت نہیں ہوتی تو پھر اللہ رب العزت اس کے دل پر مہر لگادیتے ہیں، اس کے قلب میں جو مرض ہوتا ہے اس میں زیادتی ہوتی رہتی ہے، پھر اس کے پاس دل تو ہوتا ہے، سمجھتا نہیں، کان ہوتا ہے، سنتا نہیں، آنکھیں ہوتی ہیں، دیکھتا نہیں اور وہ چوپائے کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ گم کردہ راہ ہوجاتا ہے، اور تب وہ منزل آتی ہے جہاں سے لوٹنا ممکن نہیں ہوتا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب مومن بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے، پھر اگر توبہ کرلیتا ہے تو وہ صاف ہوجاتا ہے، لیکن جب وہ توبہ نہیں کرتا تو سیاہی بڑھتی چلی جاتی ہے، اور پورے قلب پر چھاجاتی ہے، یہی وہ مرحلہ ہے جسے قرآن کریم نے "ران" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ "کلا بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون" (المطففین: ۱۴) جو وہ کیا کرتے تھے، اس کی وجہ سے ان کا قلب زنگ آلود ہوگیا ہے۔ ایک دوسری آیت میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے، اللہ تعالیٰ ان کے قلوب، ان کی سماعت اور ان کی بصارت پر پردہ ڈال دیتا ہے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (البقرۃ) پھر اس کے بعد ان کے قلوب سخت ہوجاتے ہیں، پتھر کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت، کیوں کہ پتھر سے تو کبھی نہریں پھوٹتی ہیں، کبھی پتھر پھٹ کر پانی نکل آتا ہے اور کبھی وہ خوف الٰہی سے گر پڑتے ہیں۔

اللہ چاہتے ہیں کہ بندہ گناہوں کو چھوڑ دے اور دار السلام کی طرف لوٹ جائے۔ حضرت ام سُلیم رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ گناہوں کو چھوڑ دینا افضل ترین جہاد ہے، اسی لیے صحابہ کرام حقیقی جہاد سے لوٹے تو انہیں بتایا گیا کہ ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف لوٹے ہیں، یعنی تیر تبر اور بھالے کے مقابلے گناہوں سے رُکنا اور خواہشات نفسانی کا گلہ گھوٹنا، اپنی مرغوبات کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضیات پر قربان کرنا یہ اس جہاد سے بڑا جہاد ہے۔

بنواسرائیل کے واقعات پڑھئے تو معلوم ہوگا کہ ان لوگوں نے اپنے دین سے قطع تعلق نہیں کرلیا تھا، بلکہ ان کی حالت یہ ہوگئی تھی، جب کوئی کام کرنے کو کہا جاتا تو اس سے دور ہوجاتے، جب کسی کام سے روکا جاتا تو اس کو شوق کے ساتھ کیا کرتے، چنانچہ ان کی اس قسم کی حرکت کی وجہ سے اللہ نے انہیں دردناک عذاب دیا اور ان کو بندروں اور خنزیروں میں تبدیل کرکے عبرت کا سامان کردیا، پھر انہیں اجتماعی طور پر موت کی نیند سلادیا۔

سورہ اعراف: ۱۶۶ر میں ہے کہ جب وہ اس کام میں بڑھنے لگے جس سے ان کو روکا گیا تھا، تو ہم نے حکم دیا بندر ذلیل ہوجاؤ، چنانچہ وہ ایسے ہی ہوگیے، بنواسرائیل ہی کیا، جس نبی کی امت نے سرکشی اختیار کی اور نافرمانی کیا، تو اللہ رب العزت نے اسے سخت سزا دیا۔ سورۃ زخرف آیت ۵۵ میں ہے کہ جب انہوں نے ہم کو غصہ دلایا تو ہم نے ان سے انتقام لیا، اور پھر سب کو ڈبودیا۔

اللہ رب العزت نے گناہوں کے بارے میں یہ اصول بھی قرآن کریم میں ذکر کیا ہے کہ جو کوئی بھی برا کام کرے گا، اس کی وہ سزا پائے گا، اور اس سزا کے خلاف اللہ کے سوا کسی کو حمایتی اور مددگار نہیں پائے گا۔ سورۃ زلزال میں ہے کہ ہر آدمی جو اچھائی کرے گا وہ اچھائی کو دیکھے گا اور جو برائی کرے گا وہ برائی کو دیکھے گا، مسند امام احمد میں ایک روایت یہ بھی نقل کی گئی ہے کہ "جب بندہ اللہ کی نافرمانی اور حکم عدولی کرتا ہے تو اللہ اس سے ناراض ہوجاتے ہیں، اس پر لعنت بھیجتے ہیں اور اس لعنت کے اثرات اس کی سات پشتوں تک چلے جاتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس گناہ کی سزا اس شخص کو تو ملے گی ہی، اس کی اولاد کو بھی اس لعنت کی نحوست سے گذرنا ہوگا"، مسند احمد میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ "جب بندہ اللہ کی نافرمانی کرتا ہے تو اس کے مداح لوگ ہی اس کی برائیاں بیان کرنا شروع کردیتے ہیں، اس سے زیادہ عبرت ناک منظر وہ ہوگا، جب اللہ تمام مخلوق کے سامنے اس گناہ کا اعلان کریں گے، تو سب ہنسیں گے، اس وقت کیسی ندامت کا سامنا کرنا پڑے گا، اس لئے حتی الامکان گناہوں سے بچنا چاہیے اور کسی گناہ کو چھوٹا نہیں سمجھنا چاہیے، کیوں کہ چھوٹے گناہ کی لت بڑے گناہ تک پہونچا دیا کرتی ہے۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے لکھا ہے کہ:

ہر گناہ (گو وہ صغیرہ ہو) اپنی حقیقت کے اعتبار سے عظیم ہے؛ کیوں کہ گناہ کی حقیقت ہے، حق تعالیٰ شانہ کی نافرمانی اور نافرمانی خواہ چھوٹی ہو، بڑی ہے، باقی گناہ صغیرہ وکبیرہ کا تفاوت ایک امر اضافی ہے ورنہ اصل حقیقت کے اعتبار سے سب گناہ بڑے ہی ہیں، کسی کو ہلکا نہ سمجھنا چاہیے، جیسے آسمان دنیا عرش سے چھوٹا ہے مگر حقیقت میں کوئی چھوٹی چیز نہیں۔ (استخفاف المعاصی: ۵)

ایک دوسری جگہ حضرت نے لکھا ہے کہ "گناہ صغیرہ (چنگاری کی طرح ہے) چھوٹا سا گناہ بھی تمام نیکیوں کو برباد کرسکتا ہے، جس طرح چھوٹی سی چنگاری سارے گھر کو جلا کر خاکستر کردیتی ہے۔ (تذکیر الآخرۃ: ۲۵)

واقعہ یہ ہے کہ روئے زمین پر جو کچھ فساد اور بگاڑ ہے وہ ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے کہ روئے زمین، خشکی اور تری میں جو کچھ فساد ہے وہ لوگوں کی کمائیوں (بداعمالیوں) کی وجہ سے ہے، تاکہ وہ اپنے بعض کرتوتوں کا مزہ چکھ لیں، ممکن ہے کہ وہ اس کے بعد اللہ کی طرف لوٹ جائیں۔ ایک دوسری آیت میں ہے۔ جو مصیبتیں آتی ہیں، وہ تمہاری کمائیاں ہیں، اور یہ اس صورت میں ہے، جب اللہ بہت سارے گناہ کو معاف کردیتا ہے۔

گناہوں کی علماء نے دو قسمیں، صغیرہ اور کبیرہ ذکر کیا ہے، پھر ان کی تفصیلات بیان کی ہیں،

گناہ کبیرہ سے مراد یہاں ہر وہ گناہ ہے جس کے کرنے والے پر قرآن واحادیث میں سخت وعید آئی ہے، اور جس کے کرنے پر حد واجب ہوتی ہے، سب گناہ کبیرہ کے ذیل میں آتے ہیں، علماء کے نزدیک گناہ کبیرہ کی تعداد میں اختلاف ہے، بعض نے پندرہ، بعض نے چار اور بعضوں نے ان کی تعداد پچیس بتائی ہے، ابو طالب مکی کے نزدیک یہ تعداد سترہ ہے۔ تعداد کچھ بھی ہو، گناہ، گناہ ہے اور اس کا ترک لازم ہے، اس کے لیے قرآن کریم کی آیات اور ان احادیث کا مطالعہ انتہائی مفید ہے، جن میں گناہوں پر وعیدیں آئی ہیں، اس سلسلہ میں گناہگاروں پر مسلط عذاب سے عبرت پکڑنا اور مراقبہ مابعد الموت کو علماء نے مفید قرار دیا ہے۔

اس کے علاوہ گناہوں کی اپنے صفات کے اعتبار سے تین قسمیں اور بیان کی ہیں۔ ذنوب ملکیہ، یعنی ایسے صفات کو اپنی طرف منسوب کرنا جو صرف خدا کو زیب دیتے، جیسے عظمت وکبریائی اور خلق خدا کو بندہ بنانا، اور دوسری قسم ذنوب شیطانیہ ہے اس میں حسد، سرکشی، بغض وعناد، دغابازی، کینہ پروری، مکروفریب، گناہ پر اکسانا، اللہ کی اطاعت سے روکنا، کسی کو کمتر سمجھنا شامل ہے۔ تیسری قسم ذنوب بہیمیہ ہے، ان میں پیٹ اور شرمگاہ کی خواہشات پوری کرنا، بخل، حرص، بزدلی، مصیبت کے وقت صبر نہ کرنا، زنا کا ارتکاب کرنا وغیرہ شامل ہیں۔

گناہ کی جو بھی قسم ہے، اللہ رب العزت سے دعا کرنا چاہیے، وہ تمام گناہوں سے ہماری اور ہماری نسلوں کی حفاظت فرمائے۔ آمین یارب العالمین

اچھی باتیں

"وہ لوگ دوریوں کے ہی قابل ہیں، جنہوں نے آپ کی نزدیکیوں کی قدر نہیں کی ☆ توبہ کے لیے کانوں کو ہاتھ لگانا ضروری نہیں، بلکہ دوبارہ گناہوں کو ہاتھ نہ لگانا ضروری ہے ☆ تین چیزیں کبھی واپس نہیں آتیں، بولے گئے الفاظ، گذرا ہوا وقت، ٹوٹا ہوا بھروسہ ☆ سب کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں، الوداعی لمحے کا کوئی وقت نہیں ہوتا ☆ اگر غرور میں مبتلا ہونے سے بچنا چاہتے ہو تو خود زیادہ ذہین شخص کی صحبت اختیار کرو ☆ اپنی زندگی میں خود روشنیاں پیدا کرو، یقین جانو تمہارے اپنے علاوہ کوئی تمہارا وفادار نہیں"۔ (حاصل مطالعہ ومشاہدہ)

بلا تبصرہ

"حکمراں جماعت اپنے جن مسئلوں اور فکری رجحانات کو چھپ چھپا کر لوگوں کے سامنے رکھتی تھی اب لوک سبھا چناؤ میں بڑی کامیابی نہیں ملنے کے سبب ان معاملات پر کھل کر گئی ہے، اس نے اب آر پار کا فیصلہ کرلیا ہے، کم سے کم کانوریا یاترا کے راستوں پر واقع دکانوں پر دیئے گئے احکام سے تو یہی لگتا ہے، کیا دوکانوں، ٹھیلوں یا ہوٹلوں کے مالکوں کا نام ظاہر کرنے کا جاری فرمان دستور کے مزاج سے ہم آہنگ ہے؟ ملک کا دستور بھید بھاؤ ختم کرنے کی وکالت کرتا ہے، یہ یقینی بناتا ہے کہ مذہب ذات، جنس یا دیگر کسی بھی وجہ سے شہریوں کے درمیان کوئی بھید نہیں ہے۔ (ہندوستان: جنگ بہادر سنگھ ۲۰ر جولائی ۲۰۲۴ء)

Scanned with CamScanner

اللہ کی باتیں ۔۔۔ رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

شائستہ زندگی گذاریئے

اے اولاد آدم! تم مسجد کی ہر حاضری کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو اور کھاؤ، پیو اور بے جا خرچ نہ کرو، بے شک اللہ تعالیٰ فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے“ (سورہ اعراف:۳۱)

مطلب: زمانہ جاہلیت میں مشرکین عرب ایام حج میں بیت اللہ کا بڑے بے ہنگم انداز میں طواف کیا کرتے تھے، بال بکھرے رہتے، چہرہ گرد آلود ہوتا اور جسم پر کوئی لباس نہیں ہوتا، وہ اس طرح طواف کرنے کو عبادت تصور کرتے اور تعظیم بیت اللہ سمجھتے، یہاں تک کہ اس زمانے میں کھانے پینے سے بھی اجتناب برتتے، بس معمولی اور بقدر رمق پر اکتفا کرتے، چنانچہ ان کی اس نامعقول طریقہ عبادت کے خلاف قرآن پاک کی یہ آیت نازل ہوئی، اللہ تعالیٰ نے اس طرز عمل کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا کہ ننگے ہو کر طواف کرنا بے حیائی و بے شرمی کی بات ہے اور یہ احترام کعبۃ اللہ کے قطعی منافی عمل ہے، بلکہ نماز اور طواف کے وقت مہذب و شائستہ ہیئت میں رہنا اور اپنی حیثیت و وسعت کے مطابق عمدہ لباس پہننا اور اعتدال و توازن سے کھانا پینا اللہ کو پسند ہے، گرچہ یہ آیت ایک خاص واقعہ کے پس منظر میں نازل ہوئی، مگر اس کے حکم میں عمومیت ہے کہ ہر کوئی مومن بندہ نماز و طواف کے وقت مہذب و شائستہ لباس زیب تن کرے، ایسا نہ ہو کہ دنیاوی تقریبات میں تو عمدہ لباس استعمال کرے اور نماز پھٹے پرانے اور بوسیدہ کپڑوں میں ادا کرے، یہ نماز کی بے توقیری ہے اور شائستگی کے خلاف ہے، بھلا بتایئے کہ کوئی سمجھدار آدمی کسی بڑے بزرگ کے سامنے بنیان پہن کر جانے کو کیا قابل شرم و عار نہیں سمجھتا ہے تو پھر اللہ کے دربار میں جانا کیسے پسندیدہ ہوسکتا ہے، اس لئے اللہ رب العزت نے مومن بندوں کو نماز کے وقت عمدہ لباس پہننے کا حکم دیا اور اسی بنیاد پر لباس کو زینت سے تعبیر کیا، گویا اسلام مسلمانوں کو اعتدال و توازن کے ساتھ زندگی گذارنے کی تعلیم دیتا ہے، لباس صاف ستھرا ہو اور میانہ روی ہو کھانے پینے میں بھی اس میں حد سے تجاوز نہ کرے یعنی بھوک اور ضرورت سے زیادہ کھانا، یا قدرت و اختیار کے باوجود ضرورت سے اتنا کم کھانا کہ کمزوری لاحق ہوجائے ناپسندیدہ عمل ہے، قرآن مجید میں ہے کہ اللہ کو وہ لوگ پسند نہیں جو خرچ کرنے میں بے راہ روی اختیار کرتے ہیں، نہ حد ضرورت سے زیادہ خرچ کرتے ہیں اور نہ اس سے کم خرچ کرتے ہیں، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے لکھا کہ میانہ روی کا یہ حکم جو کھانے پینے کے متعلق اس آیت میں مذکور ہے صرف کھانے پینے کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ پہننے اور رہنے سہنے کے ہر کام میں درمیانہ کیفیت پسند اور محبوب ہے، صرف دو باتوں سے بچنا ہے ایک اسراف سے اور دوسرے فخر و غرور سے، گویا ہر شخص کو اپنی چادر کے اندر رہنا چاہئے تاکہ زندگی کے اتار چڑھاؤ میں تنگی سے محفوظ رہے۔

دل کو تقسیم نہ کیجئے

”رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:”الایمان بین الخوف و الرجاء“ ایمان خوف اور رجا کے درمیان کی کیفیت کا نام ہے“۔

وضاحت: اس حدیث پاک میں محسن انسانیت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت مختصر جملوں میں انسانی سرگرمیوں کے محور کو بیان فرما دیا کہ دنیا میں جتنے بھی انقلابات اور تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں، وہ انہیں دو کیفیتوں کا شاخانہ ہوتی ہیں، اگر انسان کو دنیا کی ساری آسائشیں میسر ہوں، مال و دولت کی فراوانی، ریل میل ہو، جاہ و منصب اور اقتدار کی اونچی کرسیاں ہوں، آرام دہ سواریاں ہوں، سب کچھ ہوتے ہوئے بھی اس کے دل میں بہت سے خدشات اور اندیشے پرورش پاتے رہتے ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ گردش ایام کے تیز و تند جھونکے ان کی آسائشوں کو خاک آلود بنا دے، جب یہ کیفیت حدود سے متجاوز کر جاتی ہے تو انسان بے جا خوف و ہراس میں مبتلا ہوجاتا ہے، اب وہ لرزتا ہے اور پست حوصلگی کا شکار ہوجاتا ہے جس کو خوف سے تعبیر کیا گیا ہے، انسان کی دوسری حالت آرزوں اور تمناؤں کی ہوتی ہے، وہ اپنے مقصد کو پانے کے لئے مشکلات راہ کو رکاوٹ نہیں تصور کرتا ہے، گرتا ہے ٹھوکریں کھاتا ہے لیکن راہ منزل کی طرف رواں دواں رہتا ہے اور اپنے نشانے تک پہونچنے کے لئے آخری دم تک جدوجہد کرتا ہے، ایسے ہی لوگوں کی پیشانی پر اقبال مندی عیاں ہوتی ہے، لیکن ہاں حد سے بڑھی ہوئی امید جو حالات سے بے خبری کو جنم دے وہ خودسری کا منبع ہوتی ہے اور اس کے نتیجہ میں بے راہ روی پیدا ہوتی ہے، لیکن حدیث پاک میں جس خوف کا تذکرہ کیا گیا اس سے خشیت الٰہی مراد ہے کہ انسان ہر وقت اللہ کی گرفت اور آخرت کی جوابدہی کا استحضار کرتا رہے اور اپنے اعمال و کردار کو کتاب و سنت کے آئینہ میں صیقل کرتا رہے اور اللہ سے اس کی رحمتوں اور بخششوں کا امیدوار رہے گویا ایک طرف آخرت کے انجام سے ڈرتا رہے اور دوسری طرف انعام و اکرام کا متمنی رہے، اگر کسی کے دل سے خوف خدا رخصت ہوجائے تو اس کی جگہ بہت سے خوف اور اندیشے جگہ بنا لیتے ہیں اور خدائی مدد کی توقع اٹھ جانے سے مادی وسائل پر درد کا درماں بن جاتے ہیں، آج دنیا میں بیشتر طاغوتی طاقتیں مختلف خطرات کا خوف دلا کر ہمارا استحصال کر رہی ہیں اور افسوس یہ ہے کہ ہم ان کے آلہ کار بنتے جا رہے ہیں، ظاہر ہے کہ ایک دل میں یا تو خوف خدا ہوگا یا بے جا خطرات، رجا و امید کا ملجا ہوگا یا خودسری کا فتنہ اس کو ایک حدیث شریف میں اس طرح بیان کیا گیا کہ انسان کے جسم میں خون کا ایک لوتھڑا ہے، جب وہ صحیح سالم اور تندرست ہوتا ہے تو سارا جسم صحیح سالم اور تندرست ہوتا ہے اور جب اس میں کسی طرح کی خرابی پیدا ہوجاتی ہے تو پھر یہ خرابی پورے جسم میں سرایت کر جاتی ہے، خوب کان کھول کر سن لو! وہ خون کا لوتھڑا، دل ہے، انہیں بنیادوں پر حضرت امام حسن بصریؒ فرمایا کرتے تھے کہ دل مردہ بھی ہوجاتا ہے اور زندہ بھی جب یہ مردہ ہوجائیں تو ان کو فرائض کی ادائیگی پر لگاؤ، پھر جب یہ زندہ ہوجائیں تو دل کو نفلی اعمال پر راغب کریں (الزہد للامام احمد) گویا دل کی کیفیت بدلتی رہتی ہے اس کو صحیح سمت میں رکھنے کے لئے ذکر و اذکار کی طرف مائل کیا جائے تاکہ اس کا رُخ متعین رہے۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

استعمال شدہ کپڑوں کی خریداری میں اگر کچھ رقم ملے

س: ایک شخص جو استعمال شدہ کپڑوں کا کاروبار کرتا ہے، بڑے بڑے شہروں سے بلکہ بعض دفعہ بیرون ملک سے بھی کپڑے منگواتا ہے اور اس کی صفائی اور درستگی کے بعد مارکیٹ میں فروخت کرتا ہے، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بنڈلوں میں یا جیب چیک کرنے میں روپے نکلتے ہیں، جنہیں کاریگر لوگ رکھ لیتے ہیں اور اپنی ضرورت میں استعمال کرتے ہیں، کیا ان کاریگروں اور مزدوروں کے لئے اس رقم کا بغیر اعلان کے رکھ لینا اور اپنی ضرورت میں خرچ کرنا درست ہے؟ جبکہ اعلان و تشہیر سے کوئی فائدہ نہیں ہے، کیونکہ مالک تک رسائی ممکن ہی نہیں ہے۔

ج: مذکورہ رقم کی حیثیت تو لقطہ کی ہے جس میں تشہیر کے بعد ہی رقم پانے والا اگر حاجتمند (غریب) ہو تو اپنے مصرف میں لاسکتا ہے، لیکن صورت مسئولہ میں جبکہ مذکورہ رقم کو اس کے اصل مالک تک پہونچانا ممکن نہیں ہے، جیسا کہ سوال سے واضح ہے تو ایسی صورت میں بغیر تشہیر بھی ملازم اگر خود مستحق ہو تو اس کو اپنے مصرف میں لاسکتا ہے اور اگر خود مستحق محتاج نہ ہو تو اپنے مصرف میں نہیں لاسکتا، بلکہ صدقہ کرنا ضروری ہوگا، البتہ اس کے بعد بھی اگر صاحب رقم کی طرف سے رقم کا مطالبہ ہوجائے تو اتنی رقم اس کو واپس کرنی ہوگی: "إن كان الملتقط محتاجاً فله أن يصرف اللقطة إلى نفسه بعد التعريف وإن كان الملتقط غنيا لايصرفها الى نفسه بل يتصدق على أجنبي أو أبويه أو ولده أو زوجته اذا كانوا فقراء“ (الفتاوىٰ الهندية: ۲/ ۲۹۹)

اکاؤنٹ میں کہیں سے رقم آگئی کیا حکم ہے؟

س: ایک آدمی کے اکاؤنٹ میں کہیں سے رقم آگئی، بھیجنے والے کا پتا نہیں ہے، اب اس رقم کا کیا حکم ہوگا؟ کیا اپنے مصرف میں لاسکتا ہے؟

ج: اکاؤنٹ میں آئی ہوئی مذکورہ رقم لقطہ ہے جو شخص مذکور کے پاس بطور امانت ہے، جسے ہر ممکن ذرائع سے مالک کا پتا لگا کر مالک کے حوالہ کرنا ضروری ہے:

”لقطة الحل والحرم امانة“ (البحر الرائق: ۵/ ۲۵۱)

”والامانة هى الشئ الذى وقع فى يده من غير قصد بأن القت الريح ثوباً فى حجره والحكم فى... الامانة لايبرأ الا بالأداء الى صاحبها“ (الجوهرة النيرة: ۴/ ۱۳۹، كتاب الوديعة)

لہٰذا صورت مسئولہ میں شخص مذکور بینک سے رابطہ کرکے جس اکاؤنٹ نمبر سے رقم آئی ہے اس اکاؤنٹ میں رقم واپس کرے اور اگر یہ ممکن نہ ہو اور صاحب رقم سے کوئی رابطہ بھی نہ ہو اور اتنا دن گذر جائے کہ غالب گمان ہو کہ اب مالک اس کو تلاش نہیں کرے گا تو ایسی صورت میں صدقہ کردے یا خود مستحق ہو تو اپنے مصرف میں بھی لاسکتا ہے، لیکن اس کے بعد بھی مالک آجائے اور رقم کا مطالبہ کرے تو اتنی رقم اس کو واپس کرنی ہوگی۔ (الفتاویٰ الہندیہ: ۲/ ۲۹۹)

چوری کی رقم سے کاروبار کرکے نفع حاصل کرنا

س: ایک شخص جو سائبر کرائم کیا کرتا تھا، اس نے مختلف لوگوں کے اکاؤنٹ سے تقریباً ایک لاکھ روپے ہیک کئے اور اس رقم کو کاروبار میں لگا کر اچھا نفع کمایا، کیا یہ نفع اس کے لئے حلال ہوگا؟

ج: غیر شرعی اور غیر قانونی طریقہ سے کسی کا مال حاصل کرنا شرعاً ناجائز و حرام ہے: ”يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ“ (النساء: ۲۹) ”وقال النبى صلى الله عليه وسلم: ألا لاتظلموا ألا لايحل مال امرئ الا بطيب نفس منه“ (مشكوة المصابيح، ص: ۲۵۵)

لیکن اگر کسی نے حرام طریقہ سے حاصل کردہ رقم کو کسی جائز اور حلال کاروبار میں لگایا اور اس سے منافع حاصل کئے تو یہ منافع اس کے لئے حلال ہوں گے، البتہ ناجائز و حرام طریقہ پر جتنی رقم جن جن لوگوں کی اس نے حاصل کی ہے اتنی رقم خواہ جس عنوان سے بھی ہو اس کے اصل مالک تک پہونچانا اور اپنی اس قبیح اور خلاف شرع حرکت پر پوری ندامت کے ساتھ توبہ و استغفار اور آئندہ اس سے مکمل احتراز لازم و ضروری ہے، ورنہ عند اللہ سخت پکڑ ہوگی: ”غصب حانوتا واتجر فيه وربح يطيب الربح كذا فى الوجيز للكردرى“ (الفتاوى الهندية: ۵/ ۱۴۲)

”واما حكم الغصب فله فى الاصل حكمان: احدهما يرجع الى الآخرة فهو الاثم واستحقاق المواخذة اذا فعله عن علم لانه معصية، وارتكاب المعصية على سبيل التعمد سبب لاستحقاق المواخذة... واما الذى يرجع الى الدنيا فانواع، بعضها يرجع الى حال قيام المغصوب... أما الذى يرجع الى حال قيامه فهو وجوب رد المغصوب على الغاصب“ (بدائع الصنائع ۶/ ۱۳۹)

چوری کی رقم کی واپسی

س: ایک آدمی مسافر کی شکل میں رہتا اور مسافر خانہ میں مقیم مسافروں کی جیب سے روپے چوری کرلیتا تھا، اسے جماعت میں جانے کا موقع ملا، توبہ کی توفیق ہوئی، اب وہ اس رقم کو واپس کرنا چاہتا ہے کچھ لوگوں کو تو جانتا ہے، جن کو وہ رقم واپس کرسکتا ہے، لیکن چوری کی ہوئی رقم کے نام پر واپس کرنے میں شرمندگی ہے اور قانونی کارروائی کا خوف بھی تو کیا وہ کسی بھی نام سے رقم واپس کرسکتا ہے اور جن لوگوں کو نہیں جانتا ہے اور نہ ہی ان کے وارثین کا پتہ ہے تو اس کی رقم کی واپسی کی کیا شکل ہوگی۔

ج: چوری کی ہوئی رقم ہو یا سامان اصل مالک تک پہونچانا ضروری ہے خواہ ہدیہ و تحفہ کے نام سے پہونچے یا جس عنوان سے پہونچے، مالک کو چوری کے سلسلہ میں بتانا ضروری نہیں ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں جو لوگ موجود ہیں ان کی رقم ان کو دیدے، خواہ ہدیہ و تحفہ کہہ کر دے یا جس طرح دے اور جو موجود نہیں ہیں، ان کا یا ان کے وارثین کا علم نہیں ہے تو ان کی طرف سے رقم صدقہ کردے ان شاء اللہ وہ بری الذمہ ہوجائے گا (الدر المختار علی صدر رد المحتار: ۶/ ۴۴۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار

نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 64/74 شمارہ نمبر 28 مورخہ ۲۲ر محرم الحرام ۱۴۴۶ھ مطابق ۲۹ر جولائی ۲۰۲۴ء روز سوموار

رشتوں کی پہچان

صلہ رحمی اور رشتوں کے احترام کی تاکید اسلامی احکام کا اہم حصہ ہے، بھائی بہن، شوہر بیوی، والدین، بیٹے، بیٹیاں اور دوسرے اعزواقربا کے سلسلہ میں ہمیں یہ احکام یاد بھی رہتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ مغرب کی طرح یہاں خاندان ٹوٹتے بکھرتے نہیں ہیں، اور دور دراز کے رشتوں کو بھی یاد رکھا جاتا ہے، یقیناً ہمارے یہاں بھی اس معاملہ میں کمی آئی ہے، لیکن ہم نے مغرب کی نقالی میں ان تعلقات کو ابھی پیچھے نہیں چھوڑا ہے، یہ ایک اچھی بات ہے اور اس کو مستحکم اور پائیدار بنانے کے لیے مزید کوشش کرنی چاہیے یہ اسلامی تقاضہ بھی ہے، اور ایمانی مطالبہ بھی۔

ان رشتوں کے علاوہ بھی ایک رشتہ ہے، یہ رشتہ ہندوستان کی دیگر اقوام وملل کے ساتھ مسلمانوں کا ہے، ان رشتوں کے بارے میں بھی ہمیں حساس ہونے کی ضرورت ہے، ہندوستان ہی نہیں پوری دنیا میں دیگر مذاہب کے جو لوگ ہیں، یا جو خدا بیزار ہیں، کسی دین کو نہیں مانتے ہیں، ان تمام سے بھی ہمارا رشتہ بھائی بھائی کا ہے، ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ تمام انسان آدم وحوا کی اولاد ہیں اور ہم سب کے جد امجد حضرت آدم ہی ہیں، یہ رشتہ ایک دوسرے کے تئیں انسانی ہمدردی، ایک دوسرے کی معاونت اور مشترکہ معاملات میں رواداری پر مبنی ہونا چاہیے، ہم ایک ایسے سماج میں ان رشتوں کو پروان چڑھائے بغیر زندگی نہیں گذار سکتے جہاں ہمیں ہر ہر قدم پر دوسرے مذاہب والوں کا ساتھ ہے، اس معاملہ میں بقائے باہم کے اصول کو سامنے رکھنا چاہیے، ظلم وستم کی گرم بازاری سب کے یہاں ناپسندیدہ، حق مارنا سب کے یہاں مذموم اور ناپسندیدہ ہے، سیرت مبارکہ میں ان حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہیے اس کے لئے واضح اشارات موجود ہیں، حلف الفضول اور میثاق مدینہ کی بنیاد پر غیر مسلموں سے تعلقات استوار کرنا چاہیے ان کی خوشی وغمی میں شرعی حدود کو سامنے رکھ کر شریک ہونا چاہیے، اعلیٰ اخلاقی اقدار کے فروغ اور ترویج واشاعت میں ان کو ساتھ لینا چاہیے اس سے غیر مسلم سماج کے دلوں سے ان وساوس اور خدشات کو دور کیا جا سکے گا جو فرقہ پرست لوگوں نے غلط طور پر ان کے ذہن ودماغ میں ڈال رکھا ہے۔

یہ تعلقات استوار ہوں گے تو ان لوگوں سے جو ہمارا دوسرا رشتہ داعی اور مدعو کا ہے، اس رشتے کو حقیقت کا روپ دینا ممکن ہو سکے گا، واقعہ یہ ہے کہ مسلمان ایک داعی قوم ہے اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دور لوگوں تک اللہ کا پیغام پہونچائے۔ انہیں بتائے کہ زندگی گذارنے کا وہی طریقہ مکمل ہے جو اللہ کے رسول نے ہمیں بتایا ہے، دنیا کے تمام مسائل ومشکلات کا حل اسلام میں موجود ہے، ظاہر ہے دعوت کے اس کام کے لیے ضروری ہے کہ ہمارے دل میں مدعو قوم کے لیے محبت کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر موجزن ہو، ہم ان سے نفرت نہ کریں اس لیے کہ کفر مرض ہے، وہ قابل نفرت ہے، لیکن مریض قابل نفرت نہیں ہوتا، ایک اچھے ڈاکٹر کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ مریض سے نفرت نہ کرے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مدعو قوم سے اس قدر محبت کرتے تھے انہیں ایمانی راستے پر لانے کے لیے اتنا کڑھتے رہتے تھے۔ قلب مبارک میں ایسی درد وکسک تھی کہ قرآن نے اس کا نقشہ کھینچتے وقت کہا کہ کیا آپ اپنے کو ہلاک کر ڈالیں گے اگر وہ قرآن کریم پر ایمان نہیں لاتے داعی کے دل میں جب ایسی تڑپ مدعو کے بارے میں پیدا ہوتی ہے تو دعوت کا کام آگے بڑھتا ہے، ہندوستان میں دعوت دین کے بڑے مواقع ہیں، تکثیری سماج کے ظلم وستم سے پریشان دلتوں، ہریجنوں اور کمزور طبقات بلکہ یہاں کی اکثریت کو اس پیغام ربانی کی ضرورت ہے، جو انسانی مسائل کے حل کی اس دنیا میں اول وآخر شکل ہے، مدعو اقوام وملل سے ہماری دوری دعوت کے اس امکانات کو ختم کر رہی ہے، دوریاں بڑھ رہی ہیں، مجھے خوب اچھی طرح معلوم ہے کہ مٹھی بھر لوگ ہندوستان میں ایسے جو نفرت کی فصل کاٹنے پر یقین رکھتے ہیں، وہ یہاں کی تہذیب وثقافت اور گنگا جمنی تہذیب کو ختم کرنے کے درپے ہیں دن بدن ان کے اثرات بڑھ رہے ہیں، ان کے بڑھتے اثرات کو روکنا وقت کی ضرورت ہے، اس کی اہمیت یہاں کے دستور وقوانین کے تحفظ کے نقطۂ نظر سے بھی ہے، ہندوستان کی بڑی آبادی اس کام میں ہمارا ساتھ دے سکتی ہے، شرط ہے کہ ہم ان رشتوں کو جانیں پہچانیں اور عملی طور پر اس کو برتیں، بھائی چارے اور امت دعوت کے رشتہ کو دوسرے سارے رشتوں کی طرح پائیدار بنائیں، ہمیں اس کے لیے اپنی جدوجہد تیز کرنی چاہیے۔

بجٹ 2024-25

مودی حکومت -۳ کا پہلا اور وزیر خزانہ نرملا سیتا رمن کے دور وزارت کا ساتواں بجٹ گذشتہ ۲۲ر جولائی کو پارلیامنٹ میں 48.21 لاکھ کروڑ روپے کا پیش ہوا، یہ ایک عمدہ اور متوازن بجٹ ہے، حزب مخالف کے لیڈران کو چھوڑ کر عام اقتصادی ماہرین اس بجٹ کی تعریف کرتے نظر آرہے ہیں، حزب مخالف کے پاس بھی اس بجٹ کو دلائل کی روشنی میں بُرا کہنے کے لیے کچھ نہیں ہے، راہل گاندھی، ممتا بنرجی، اکھلیش یادو جو کچھ کہہ رہے ہیں، اس کے پیچھے الفاظ کی بازی گری کے علاوہ کچھ نہیں ہے، بات کرسی بچانے کی ہو یا حلیف پارٹیوں کو مطمئن کرنے کی، وجہ جو بھی ہو عوام کو اس کا فائدہ پہونچے گا، شاید پہلی بار ایسا ہوا ہے کہ بجٹ تیار کرتے وقت کانگریس اور دوسری پارٹیوں کے ذریعہ عوام کو لبھانے والے وعدوں پر بھی نگاہ رکھی گئی ہے، اور ممکنہ حد تک منشور اور مینی فیسٹو میں درج معاملات ومسائل کو سامنے رکھ کر بجٹ تیار کیا گیا ہے، اس بجٹ میں صرف ایک خرابی نظر آتی ہے کہ بہار اور آندھرا پردیش کو مطمئن کرنے کے چکر میں ہندوستان کی دیگر ریاستوں پر مضبوط توجہ نہیں دی جاسکی ہے۔ عموماً یہ سمجھا جا رہا تھا کہ جن ریاستوں میں جلد ہی انتخابات ہیں، ان کو لبھانے کے لیے بھی ریاستوں کو کچھ خاص سہولتیں ملیں گی، لیکن ایسا نہیں ہو سکا، کسی بجٹ کے منصفانہ تجزیہ کے لیے یہ ضروری ہے کہ ملک کی آمدنی اور وسائل پر بھی توجہ مرکوز رکھی جائے، دولت، پیداوار اور گھریلو آمدنی کا تناسب سب کچھ نظر میں رہے تب ہی صحیح تجزیہ ممکن ہے۔ ورنہ خواہشات کی تکمیل آسان کام نہیں ہے۔

عام بجٹ میں خواتین، نوجوانوں اور کسانوں پر توجہ مرکوز رکھی گئی ہے، روزگار بڑھانے کے لیے دو لاکھ کروڑ، زراعت اور متعلقہ شعبوں کے لیے ۵۲ء ۱ کروڑ روپے مختص کیے گیے ہیں، بچوں کے لئے نئی پنشن اسکیم "واتسلیہ" کو متعارف کرایا گیا ہے، اقلیتی امور کے بجٹ میں پانچ سو چوہتر کروڑ روپے کا اضافہ کیا گیا ہے، جو گذشتہ بجٹ کے مقابلے بیس فیصد زائد ہے، سب سے زیادہ توجہ دفاع پر دی گئی ہے 6,21,940 کروڑ روپے اس مد پر خرچ کیے جائیں گے، جو پورے بجٹ کا 12.9 فیصد ہے۔ اور تاریخ کا سب سے بڑا بجٹ ہے۔

اس بجٹ میں بہار اور آندھرا پردیش کو خصوصی پیکیج دیے گیے ہیں، بہار کو 58.9 اور آندھرا پردیش کے لیے 15 ہزار کروڑ روپے دیے جائیں گے، ان ریاستوں کا مطالبہ خصوصی درجہ دینے کا تھا، لیکن خصوصی درجہ کے لیے جو معیار مقرر کیا گیا ہے، بہار اور آندھرا پردیش اس معیار پر پورا نہیں اترتے، اس لیے مودی حکومت نے خصوصی درجہ دینے کے معاملے پر ہاتھ کھڑا کر لیا ہے، حزب مخالف بہار اسمبلی میں اس کو موضوع بنا کر اسمبلی کی کارروائی میں مسلسل رکاوٹیں پیدا کر رہے ہیں، یہ مطالبہ برسوں سے لٹکا ہوا ہے، مودی حکومت چاہے تو خصوصی ریاست قرار دینے کے لیے جو پیمانہ ہے اس میں تبدیلی بھی تو کر سکتی ہے۔

آندھرا پردیش کو جو خصوصی پیکیج دیا گیا ہے اس کا استعمال الگ راجدھانی کو بنانے اور ترقی دینے کے لیے کیا جائے گا، جب کہ بہار میں اس رقم کا استعمال تین اکسپریس وے، پاور پلانٹ، ایرپورٹ، میڈیکل کالج اور گیا میں کاریڈور بنانے کے لیے کیا جائے گا، بہار میں ڈبل انجن کی سرکار اس پیکیج کو بڑی حصولیابی کے طور پر دیکھ رہی ہے، جبکہ حزب مخالف اس پیکیج کو جھنجھنا سے زیادہ اہمیت نہیں دے رہا ہے۔

بجٹ میں بہت ساری اشیاء پر ڈیوٹی میں کمی اور کئی میں اضافہ کر دیا گیا ہے، جس کی وجہ سے سونا چاندی، موبائل فون، چارجر، ٹی وی، الیکٹرک گاڑیاں کینسر کی دوائیاں، باہر سے آنے والے زیورات، پلیٹنیم، چمڑے کی مصنوعات، اکسرے، ٹیوب، کیمیائی، پٹرو کیمیکل کی قیمتیں گھٹیں گی، جبکہ سگریٹ، سولر گلاس، پلاسٹک کی مصنوعات، سپاری، ٹیلی کام آلات اور لیبارٹری کیمیکل کی قیمتیں بڑھیں گی۔

نئے بجٹ میں 7.75 لاکھ تک کی آمدنی پر کوئی ٹیکس نہیں لگایا گیا ہے، 4.10 کروڑ نوجوانوں کو روزگار دینے کا وعدہ بھی کیا گیا ہے، تنخواہ دار، ان کم ٹیکس دہندگان کو راحت دیتے ہوئے معیاری کٹوتی کو پچاس ہزار سے بڑھا کر پچھتر ہزار کر دیا گیا ہے، ذاتی انکم ٹیکس ادا کرنے والے تنخواہ دار ملازمین کے لیے معیاری استثنیٰ 50000 روپے سے بڑھا کر 75000 کر دیا گیا ہے، فیملی پنشن پر کٹوتی کی رقم اب 15000 سے بڑھ کر 25000 ہوگی، جس کا فائدہ پنشن اٹھانے والے اور تنخواہ داروں کو پہونچے گا۔

مراعات اور سہولتوں کا اعلان بجٹ میں بہت ہے، دقت یہ ہوتی ہے کہ اعلانات زمین پر اتر نہیں پاتے، جو رقم جس کام کے لیے مختص کی گئی ہے وہ خرچ نہیں ہو پاتی، اقلیتی فلاح کی وزارت کے معاملہ میں اکثر وبیشتر یہی دیکھا جا رہا ہے کہ رقم متعلقہ وزارت کے ذریعہ خرچ ہی نہیں ہو پاتا، ضرورت بجٹ میں کیے گیے اعلانات پر عمل درآمد کی ہے، سننے میں بھلے لگنے والے بجٹ اعلانات اگر زمین پر نہ اتریں تو ان کی حیثیت محض وعدے کی رہ جاتی ہے اور غالب کہتے ہیں:

تیرے وعدے پر جئے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا
خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا

اور زندگی تھم گئی

گذشتہ جمعہ ۱۹ر جولائی کو مائیکروسافٹ کے سافٹ ویر میں خرابی آجانے کی وجہ سے پوری دنیا میں کاروبار زندگی تھم گیا، کمپیوٹر اور ڈیجیٹل پر منحصر دنیا میں بینک، ایرپورٹ، تجارتی کمپنیاں سبھی نے کام کرنا بند کر دیا، صرف ہندوستان میں دو سو سے زیادہ ہوائی پرواز کو کینسل کرنا پڑا، جبکہ پوری دنیا میں چودہ سو پروازیں منسوخ ہوئیں۔ بعض نے ہاتھ سے لکھے بورڈنگ پاس جاری کرنے شروع کیے، کوئی پندرہ گھنٹے یہ ڈرامہ چلتا رہا اور بڑے بڑے دماغ عاجز، بے بس اور درماندہ نظر آئے، سب سے زیادہ بھیڑ ہوائی اڈہ پر دیکھی گئی، افراتفری کا ماحول رہا اور صورت حال یہ بن گئی کہ "نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن"، ہندوستان کی انڈین کمپیوٹر ایمرجنسی رسپانس ٹیم (CRT-IN) بھی متحرک ہوئی، لیکن صورت حال نہیں بدل سکی۔ ساری دنیا میں اس پریشانی کو محسوس کیا گیا اور پوری دنیا کو پندرہ گھنٹے اس کرب کو جھیلنا پڑا۔

اس پریشانی کا آغاز کراؤڈ اسٹرائک سافٹ ویر کے جمعرات کی رات ایک اپڈیٹ سے ہوا، اس اپڈیٹ کی وجہ سے کمپیوٹر کے ونڈوز میں گڑبڑی پیدا ہو گئی، اور اس نے کام کرنا بند کر دیا، جس کمپیوٹر پر یہ اپڈیٹ گیا اس نے کام کرنا بند کر دیا، یہ سب ونڈوز-۱۰ کے استعمال کرنے والے تھے، کمپیوٹر یا تو بند ہونے لگے یا ری اسٹارٹ ہونے لگے، بلو گراؤنڈ کے ساتھ ایک پیغام بھی آنے لگا جسے "بلو اسکرین آف ڈیتھ ایرر" کا نام دیا گیا ہے۔

یہ تفصیلات اس لیے ذکر کی گئیں تا کہ یہ پتہ چلے کہ انسانوں نے جو ڈیجیٹل سسٹم کو رواج دیا ہے وہ کس حد تک انسان کو بے بس کر دینے والا ہے، اس حادثہ کے بعد کئی سائنس داں اس سسٹم کے متبادل پر بھی غور کرنے لگے ہیں، ورنہ کبھی ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ یہ پورا سسٹم ہی بیٹھ جائے اور دنیا ناقابل ذکر کرب سے گذرے اور اس کے بس میں کچھ نہ باقی رہے۔ یہ واقعہ ہمیں صور اسرافیل کی بھی یاد دلاتا ہے، جب صور پھونکا جائے گا تو ہر طرف افراتفری مچ جائے گی، آسمان وزمین کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا، اور آدمی کے بس میں کرنے کو کچھ باقی نہیں رہے گا، اس لیے ہر انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایسی تیاری کر لے کہ اس کی نیکیاں اس دن اس کے کام آجائے اور وہ ان مسائل، مشکلات اور پریشانیوں میں مبتلا ہونے سے بچ جائے، جو دوسرے گناہگاروں کا اس دن مقدر ہوگا۔ ان فی ذالک لعبرة لاولی الابصار۔

Scanned with CamScanner

یادوں کے چراغ

✍: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

امیر شریعت سادس: حضرت مولانا سید نظام الدینؒ

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کے چھٹے امیر شریعت، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری، نظامیہ یونانی میڈیکل واسپتال گیا کے بانی، مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند وندوۃ العلماء لکھنؤ کے رکن، امارت شرعیہ ایجوکیشنل اینڈ ویلفیر ٹرسٹ پٹنہ، کے چیرمین هيئة التنسيق العليا للمنظمات الاسلامية مكة المكرمة کے سابق رکن مدرسہ ریاض العلوم ساٹھی مغربی چمپارن ومدرسہ فرقانیہ بکھیلا گھاٹ دربھنگہ کے صدر اسلامک فقہ اکیڈمی دہلی، آل انڈیا ملی کونسل دہلی، مدرسہ امدادیہ لہیریا سرائے دربھنگہ، جامعہ اسلامیہ قرآنیہ سمرا مغربی چمپارن، المعہد العالی للتدریب فی القضاء والافتاء پٹنہ، دار العلوم الاسلامیہ امارت شرعیہ پٹنہ، مدرسہ محمود العلوم دملہ مدھوبنی، جامعۃ البنات رشیدیہ امراہا، گیا، کے نگران اعلیٰ مدرسہ اسلامیہ عربیہ گھوڑی گھاٹ کے بانی وسرپرست کا نواسی (۸۹) سال کی عمر میں وصال ہوگیا، علالت کا سلسلہ رمضان المبارک سے ہی چل رہا تھا، ۸ار اکتوبر بروز جمعرات بعد نماز عصر برین ہیمرتیج ہوگیا، جس کی وجہ سے فالج کا اثر ہوگیا، بولنا، آنکھ کھولنا، منہ کے ذریعہ غذا لینا سب بند ہوگیا، موت وحیات کی کشمکش جاری رہی، طبیعت میں اتار چڑھاؤ آتا رہا، اور بالآخر ۳ر محرم الحرام ۱۴۳۷ھ بروز شنبہ بعد نماز مغرب ۱۷ر اکتوبر ۲۰۱۵ء کو کوئی چھ بجے حادثہ پیش آگیا۔

جنازہ کی نماز ۱۸ر اکتوبر کو ڈھائی بجے دن میں امارت شرعیہ کے احاطہ میں اس وقت کے نائب امیر شریعت اور بعد کے امیر شریعت حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی اور پھلواری شریف کے حاجی حرمین قبرستان میں، حاجی حرمین کے مزار مبارک کے نواح میں تدفین عمل میں آئی، لوگوں کا ازدحام اس قدر تھا کے تل رکھنے کی جگہ نہیں تھی، پٹنہ کی طرف آنے والی سواریاں سوگواروں اور جنازہ میں شرکت کرنے والوں سے بھری ہوئی تھیں اور پٹنہ کی تمام سڑکوں کے مسلم مسافروں کا اختتام پھلواری شریف پر ہو رہا تھا۔

حضرت مولانا سید نظام الدین بن قاضی حسین (م ۱۹۴۳ء) قاضی شرف الدین (م ۱۹۴۹ء) بن قاضی عبدالقادر بن قاضی صادق علی کی ولادت مہر النساء بنت حکیم اولاد حسین کے بطن سے ۳۱ر مارچ ۱۹۲۷ء مطابق ۱۳۴۵ھ گیا کے محلہ پرانی جیل خانہ واقع شاہ شریف صاحب شملہ والے کے مکان میں ہوئی، دادا نے نظام الدین اور نانا نے محمد قائم نام تجویز کیا، گاؤں اور علاقہ میں عرفی نام قامو بابو سے مشہور تھے، چار سال چھ ماہ کی عمر میں پنچایتی اکھاڑہ گیا کی مسجد میں مولانا کریم رضا نے رسم بسم اللہ ادا کرائی، جو آپ کے نانا کے بڑے بھائی تھے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد اپنے گاؤں گھوڑی گھاٹ منتقل ہوگیے، جو گیا شہر سے اسی (۸۰) کلومیٹر اور چترا سے ساٹھ کیلومیٹر کی دوری پر واقع ہے، یہاں عربی کی ابتدائی کتابوں سے لیکر قدوری تک کی تعلیم اپنے والد قاضی حسین سے ہی حاصل کیا، شرح جامی کے سال ۱۹۴۱ء میں مدرسہ امدادیہ دربھنگہ میں داخل ہوئے اور دوسرے سال ۱۹۴۲ء میں دارالعلوم دیوبند کے لیے رخت سفر باندھا، ۱۹۴۶ء میں علوم متداولہ کی تکمیل کی اور دورہ حدیث شریف سے فراغت پائی، ۱۹۴۷ء میں مزید ایک سال قیام کر کے فقہ وتفسیر میں تخصص کیا، دوران قیام فرحت گیاوی کے نام سے شاعری بھی کرتے رہے اور سجاد لائبریری کے ترجمان "البیان" کے مدیر بھی رہے۔ شادی محمد سلیم صاحب محلہ روشن گنج تھانہ ڈبھری نکاری کی بڑی صاحبزادی حافظہ خاتون سے ۳۱ر مارچ ۱۹۵۰ء کو ہوئی۔ ۱۹۶۹ء اور ۱۹۸۸ء میں دو بار حج کی سعادت نصیب ہوئی۔ تدریسی سلسلے کا آغاز مدرسہ ریاض العلوم ساٹھی مغربی چمپارن سے ہوا، تقریباً پندرہ سال پوری مستعدی کے ساتھ وہاں صدر مدرس کی حیثیت سے کام کرتے رہے اور پوری ایک نسل کی تعلیم وتربیت فرمائی، ۱۹۶۳ء میں مولانا رحمت اللہ صاحب کی دعوت پر مدرسہ رشید العلوم چترا صدر مدرس کی حیثیت سے منتقل ہوگیے، دو سال تک اس منصب پر فائز رہے اور اچھے استاذ اور منتظم کی حیثیت سے آپ کی شہرت پھیلتی چلی گئی۔ اگست ۱۹۵۸ء میں مدارس اسلامیہ کنونشن اور ۱۹۶۰ء میں تربیت قضاء کے موقع سے حضرت امیر شریعت رابع مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانی نور اللہ مرقدہ سے آپ کی خصوصی ملاقات ہوئی اور حضرت نے اس گوہر گراں مایہ کو پرکھ لیا اور امارت شرعیہ میں ناظم کی حیثیت سے آجانے کے لیے کہا؛ لیکن مولانا ریاض احمد صاحب نے اجازت نہیں دی؛ اس لیے یہ معاملہ ٹلتا چلا گیا، ۱۹۶۲ء میں مولانا کا انتقال ہوگیا، تو اصرار بڑھنے لگا، اب اس اصرار میں قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ بھی شریک ہوگیے، جن پر نظامت امارت شرعیہ اور قضا کی دہری ذمہ داری آپڑی تھی چنانچہ ۱۹۶۵ء میں آپ ناظم کی حیثیت سے امارت شرعیہ وارد ہوئے، اور امارت شرعیہ کی نظامت کا بار اپنے کاندھے پر لے لیا، امارت حضرت امیر شریعت رابع کی، نظامت مولانا سید نظام الدین کی اور کار قضاء مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی کا یہ ارکان ثلثہ تھے جنہوں نے امارت شرعیہ کے کام کو بام عروج پر پہونچادیا، اس درمیان پورے ملک میں امارت کی ساکھ قائم ہوئی، اعتبار واعتماد بڑھا، شعبوں میں توسیع ہوئی، نظامت کے ساتھ وہ ۱۲ر مئی ۱۹۹۱ء سے نائب امیر شریعت کی ذمہ داری بھی اٹھائے رہے، امیر شریعت خامس حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کے وصال کے بعد یکم نومبر ۱۹۹۸ء کو مجلس ارباب حل وعقد نے آپ کو چھٹا امیر شریعت متفقہ طور پر منتخب کرلیا، آپ کے دور میں نئے ٹیکنیکل ادارے کھلے، دارالقضاء کی توسیع ہوئی، لڑکیوں کے لیے ایک الگ آئی آئی ٹی انسٹی چیوٹ کا قیام عمل میں آیا، حضرت امیر شریعت رابع کے وصال کے بعد مئی ۱۹۹۱ء میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری مقرر ہوئے، اور بورڈ کے تین صدور حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی، مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی اور حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کے ساتھ ملت کی بقا اور تحفظ پرسنل لا کے لیے مثالی جد وجہد فرمائی اور تادم آخر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری رہے۔

امیر شریعت کی روایت یہاں بے لوث خدمت کی رہی ہے، کوئی معاوضہ اور تنخواہ نہیں، ہم لوگوں نے بہت زور دیا کہ طویل دور نظامت کے پنشن کے طور پر کچھ مقرر کردیا جائے، لیکن انہوں نے یہ بھی گوارہ نہیں کیا، امیر ہونے کی حیثیت سے سارا وقت دیتے اور بدلے میں کچھ نہیں لیتے، بیت المال کے پیسے پیسے کی حفاظت پوری دیانت داری کے ساتھ کرتے، مدات کی رعایت کے ساتھ خرچ کرتے، ذاتی زندگی میں وہ رقیق القلب بھی تھے اور سخی بھی، رمضان المبارک میں کوئی ان کے در سے خالی نہیں جاتا، اپنی رقم بھی تقسیم کرتے اور اپنے اعزواقرباء کی بھی، ان کی امانت ودیانت اور امارت شرعیہ کی محبت ضرب المثل تھی، بڑے عہدوں پر فائز ہونے کے باوجود ان کی سادگی، تواضع وانکساری مثالی تھی، عجب اور کبر کا ذرا بھی حصہ ان کی زندگی میں نہیں تھا، صبر وتحمل اور برداشت میں اپنی مثال آپ تھے، وہ مشوروں کو اہمیت دیتے، اپنے رفقاء سے چھوٹی چھوٹی باتوں پر مشورہ لیتے اور کوئی بھی فیصلہ کا رکنوں کو اعتماد میں لے کر ہی کرتے، اسی غرض سے انہوں نے مجلس نظامت کی تشکیل کرائی تھی، آپ نے پوری زندگی عالمانہ وقار اور داعیانہ کردار کے ساتھ گذار دیا، اتحاد امت، خدمت خلق، اصلاح معاشرہ، پریشان حال لوگوں کی مدد آپ کی زندگی اور خدمات کے نمایاں عناوین ہیں، امارت سے تعلق کی بنیاد پر ان کی شاید ہی کوئی تقریر ذکر امارت سے خالی ہوتی، کسی نہ کسی بہانے وہ امارت شرعیہ کا ذکر ضرور کرتے۔ پس ماندگان میں اہلیہ کے علاوہ تین لڑکے اور چھ لڑکیوں کو چھوڑا، حضرت کے جو نمایاں اوصاف تھے اس کا ذکر یہاں فائدہ سے خالی نہیں، ایک بار فرمایا:

خلوص وللّٰہیت کے ساتھ جو کام کیا جاتا ہے۔ اس پر اللہ کی نصرت ضرور آتی ہے، اور تب سے زندگی کی آخری سانس تک میں حضرت کو مسلسل دیکھ رہا تھا، ان کے ساتھ کام کرنے کا بھی موقع ملا، میں نے ہر موقع سے حضرت کو خلوص وللّٰہیت کا پیکر پایا اور جس کام کو حضرت نے شروع کیا اس میں اللہ کی نصرت ضرور آئی، یہ معاملہ شنیدہ نہیں دیدہ ہے، گزشتہ گیارہ سالوں سے مختلف موقعوں پر دیکھا کہ ہم لوگوں کی الگ رائے ہے، اور حضرت کی رائے الگ ہے، فیصلہ حضرت کی رائے پر ہوا، وقتی طور پر انسانی ذہن مطمئن ہونے کو تیار نہیں؛ لیکن وقت نے بتایا کہ صحیح وہی تھا جس کا القاء حق جل مجدہ نے حضرت کے قلب پر کیا۔

دوسری بڑی خوبی حضرت کی تحمل اور برداشت کی تھی، بڑے سے بڑے واقعے اور ناگوار سے ناگوار معاملے کو اس طرح پی جاتے تھے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ ان کے اس تحمل اور برداشت نے ان سے متعلق اداروں کی سالمیت اور وقار کو بچا رکھا تھا، کینہ وکدورت سے پاک ان کا سینہ تحمل وبرداشت کا منبع تھا، میں یہ نہیں کہتا کہ ناخوشگوار واقعات ان کے دل ودماغ کو متاثر نہیں کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ جب انسان کے پاس ایک سوچنے والا دماغ اور متحرک قلب ہو تو متاثر ہونا فطری ہے، وہ پتھر کی طرح بے حس تو نہیں ہوسکتا، لیکن یہ بار بار دیکھا کہ حضرت پر ناخوشگوار واقعہ کا تاثر دیر پا نہیں ہوتا تھا، قلب کی صفائی فورا ہوتی تھی اور پھر وہی شفقت ومحبت الفت وانسیت کا مظہر دکھتے، جو پہلے سے ان کے جسم وجان کا حصہ تھا۔

تیسری بڑی خوبی ان کی امانت ودیانت تھی، ایک لمبے عرصہ سے وہ امارت شرعیہ سے منسلک تھے، لیکن قوم کی امانت کو جس طرح انہوں نے سنبھال کر رکھا، مدات کی رعایت کے ساتھ صرف کیا، وہ اپنی مثال آپ تھے۔ بارہا دیکھا کہ دفتر کی گاڑی ان کے ذاتی کام سے گئی، آتے ہی ڈرائیور کو کہا کہ میرا حساب بھیجو اور جوڑ کر روپے اپنی جیب خاص سے داخل بیت المال کروایا، ایک بار رانچی کا ذاتی سفر تھا، قیام دفتر میں ہوا، قاضی شریعت سے کہا، میں یہاں ذاتی کام سے آیا ہوں، میرے اوپر چائے پانی تک پر خرچ کی جانے والی رقم کا حساب بتاؤ، اور وہ رقم اپنی جیب خاص سے داخل بیت المال کیا، دیگر اسفار میں بھی اچھی خاصی رقم اپنی جیب خاص سے خرچ کردیتے، اس درجہ کی امانت اور دیانت تنظیم کے ذمہ داروں میں کم دیکھنے کو ملتی ہے۔ کسی عزیز کو خط بھیجنا ہے دفتر میں ہزاروں روپے کے ڈاک ٹکٹ رکھے ہوتے لیکن جیب سے پانچ روپے نکال کر کسی کو دیتے کہ ڈاک خانہ سے ٹکٹ لے کر آؤ، یہ بھی گوارہ نہیں کہ پانچ روپے ٹکٹ والے ڈبہ میں ڈال دو، بعد میں لے آنا نہیں، اس کو نہیں چھوئیں گے اور جب تک ڈاک سے ٹکٹ آنہ جائے، خط چلا نہ جائے، اطمینان نہیں ہوتا۔

ایک اور خوبی جس کا ذکر کرنا یہاں بہت ضروری ہے۔ وہ حضرت کی کفایت شعاری تھی، فرمایا کرتے: کفایت شعاری آدھی آمدنی ہے، ہم لوگوں کے سفر کے اخراجات ان کی خدمت میں پیش ہوتے رہتے تھے، کارکنوں کی جو تربیت انہوں نے کی تھی، اس میں کفایت شعاری ہم لوگوں کی زندگی کا لازمہ بن گیا ہے۔ ایسا لازمہ جس کو بعض ناسمجھ مزاحا بخالت سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس احتیاط کے باوجود اگر کہیں قلم لگانے کی ضرورت محسوس ہوتی تو اس سے گریز نہیں ہوتا۔

بے ضابطگی کے اس دور میں اصول وضوابط کی پابندی کرنا اور کرانا ان کی خاص صفت تھی، مزاجا نرم ہونے کے باوجود کوئی بات خلاف اصول سامنے آگئی تو خفگی کا سامنا ہم لوگوں کو بھی کرنا پڑتا تھا، کبھی محبت سے کہتے کام سب سمجھ لیجئے، مولوی صاحب علم آپ لوگوں کا زیادہ ہوسکتا ہے، لیکن میرا تجربہ زیادہ ہے، حضرت کے تجربے کی روشنی میں جب بھی کام کیا، اس کا نفع اور فائدہ کھلی آنکھوں سے دیکھا۔

اعزواقربا کی پاس داری، رشتوں کا احترام اور ان سے تعلق حضرت جس قدر رکھتے تھے اور جتنا برتتے تھے، وہ ہم سبھوں کے بس کی بات نہیں، بیمار ہیں، دم پھول رہا ہے، پاؤں پر جسم کا وجود بار ہے، ضعف ونقاہت ہے، کسی عزیز کے انتقال کی خبر آئی کسی کی بیماری کی اطلاع ہوئی۔ حضرت جانے کے لئے پابہ رکاب، دور دراز کے اسفار سے بھی احتراز نہیں، یہ سفر کا شوق نہیں، حقوق کی پاسداری اور تعلق خاطر کی نشانی تھی، ہم لوگ آپس میں تبصرہ کرتے تھے کہ حضرت سفر میں صحت مند رہتے ہیں، جے پور کہاں ہے، پیرانہ سالی دیکھئے، ٹھنڈی نہ کہئے، مسلم پرسنل لا بورڈ کو ضرورت پڑی، بھاگے بھاگے چلے گئے اور جلدی جلدی چلے آئے، حضرت کے ان احوال کو دیکھ کر تو ہم جیسے جوانوں کو بھی، جو اب جوانی کی دہلیز عبور کر کے بڑھاپے کی حدود میں داخل ہو رہے ہیں، پسینہ آجاتا۔

حضرت کی ایک بڑی خوبی وقت کی پابندی تھی، حضرت کے یہاں ساڑھے آٹھ کا مطلب ہر حال میں آٹھ بجکر تیس منٹ ہی ہوتا تھا، کہیں جانا ہے تو مقررہ وقت سے آدھے گھنٹہ قبل، بلکہ اس کے بھی پہلے سے یاد دہانی کراتے رہتے کہ مبادا غفلت کی وجہ سے وقت سے زیادہ نہ ہوجائے، کئی بار ایسا ہوا کہ حضرت کو کسی مجلس کی صدارت کرنی ہے وقت مقررہ پر پہنچ گئے اور وہاں استقبال کرنے والا بھی کوئی نہیں، مزدور اسٹیج سجانے میں لگے ہیں، اسی طرح اگر کوئی کام مثلا کسی سے گفتگو کرنے کی ذمہ داری نہیں دی گئی تو وہ گفتگو کر کے جو بات ہوئی اسے فورا فون سے بتاتے، انہیں صاحب معاملہ کے فون کا انتظار نہیں رہتا کہ وہ پوچھیں تب بتائیں گے، یہی خواہش حضرت دوسروں سے بھی رکھتے تھے کہ کام ہوگیا تو بتائیے نہیں ہوسکا تو بھی خبر کیجئے، حضرت کو یہ بات بھی گراں گذرتی تھی کہ کسی خوش گوار اور ناخوشگوار واقعہ کی اطلاع انہیں دوسروں سے ملے، ان کی خواہش ہوتی تھی کہ دفتر کے اور ملت اسلامیہ سے متعلق ہر قابل ذکر واقعہ سے انہیں باخبر رکھا جائے تاکہ ضرورت کے مطابق وقت پر اقدام کئے جائیں، کسی دوسرے سے اطلاع ملنے کی شکل میں انہیں یہ نہ کہنا پڑے کہ میرے پاس اطلاع نہیں ہے، اس سلسلے میں چھوٹی بات ہی کیوں نہ ہو، اجمال کو حضرت بالکل پسند نہیں کرتے مثلا آپ کو یہ بتانا ہے کہ ٹرین کا ٹکٹ دہلی کا بن گیا تو صرف اتنا کہنا کافی نہیں ہے آپ کو بتانا ہوگا کہ کس ٹرین سے ہے؟ کتنے بجے ہے؟ اور برتھ کون سا ہے؟ کس کلاس میں بنا ہے؟ ان تفصیلات کے بعد ہی حضرت کو اطمینان ہوتا تھا کبھی بھی بتانا ہوتا تھا کہ اس ٹرین کے منزل پر پہنچنے کا کیا وقت ہے؟

اسی طرح نماز اور تلاوت قرآن کریم کا غیر معمولی اہتمام آپ کی زندگی کی ضرورت تھی، وہ عبادت کے ساتھ ان کی عادت بن گئی تھی، کئی بار ایسا ہوا کہ جہاں جانا ہے، وہاں وقت میں پہونچنا ممکن ہے، لیکن اذان کی آواز کہیں سے آگئی تو پہلی مسجد جو ملے اس میں نماز پڑھنی ہے تاخیر کا مطلب خفگی ہے، ایک بار فرمانے لگے کہ "مولوی صاحب! یہاں پڑھ لیں گے تو اطمینان رہے گا، (بقیہ صفحہ ۹ رپر)

Scanned with CamScanner

حکایات اھل دل

قلم: مولانا رضوان احمد ندوی

عـدلیـه اور انتظامیـه: فضل بن ربیع عدالت میں گواہ پیش ہوا، یہ بڑا معزز گواہ تھا، وہ تنہا نہیں آیا تھا، اس کے ساتھ بہت سے حاشیہ بردار بھی آئے تھے، لیکن یہ سب عدالت کے وقار کو سمجھتے تھے، اس لئے کمرۂ عدالت سے باہر ہی کھڑے رہے، قاضی صاحب کے آگے گواہ پیش ہوا تو قاضی صاحب نے ایک نظر اسے دیکھا اور فرمایا کہ اس کی گواہی قبول نہیں کی جاسکتی! گواہ عدالت کے کمرے سے لوٹ گیا، لیکن اس کے طیش کا عالم دیکھنے کا تھا، زخمی ناگن کا غصہ بھی اس کے آگے کچھ نہ تھا، جس شخص کی گواہی قاضی صاحب نے رد کردی تھی، وہ اس مملکت کا وزیر اعظم تھا، اسے الٹے پاؤں واپس کرنے والے ابو یوسف تھے، عباسی حکومت کے پہلے چیف جسٹس! امام ابوحنیفہ کے شاگردوں میں وہ بہت ممتاز تھے، محمد شیبانی، زفر اور داود طائی کے علاوہ کوئی ان کی برابری نہیں کرسکتا، امام ابوحنیفہ نے اپنے شاگرد رشید کو عدالت کی کرسی سنبھالنے کی اجازت اس لئے دی تھی کہ ان کا یہ ذی علم اور متقی شاگرد اللہ کا قانون جانتا اور عدل کو پہچانتا تھا۔

بنوامیہ اور بنوعباس کے حکمرانوں سے ان کے دور کے عالموں کے تعلقات اچھے تھے، اختلافات کے افسانے سبائی منافقین نے جوڑے ہیں، کیوں کہ ان کی سازشوں کو دونوں ادوار میں بری طرح کچل دیا گیا تھا، ان منافقوں نے عباو قبا پہن کر اپنے بھیانک جرائم کے داغ چھپانے چاہے تھے، ان کا مقصد اسلامی مملکت کا تختہ الٹنا تھا، جسے اللہ تعالیٰ نے پورا ہونے نہ دیا، شیخ الصحابہ حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت محمد بن علی، حضرت زین العابدین، حضرت سعید بن مسیب، حضرت سعید بن جبیر، امام ابوحنیفہ، امام مالک، فضیل بن عیاض، ابو معاویہ اور یحیٰ بن اکثم نے بنوامیہ اور بنوعباس کے حکمرانوں سے تعاون کیا اور انہیں سیدھے راستے پر چلایا۔

قاضی ابو یوسف نے فضل بن ربیع وزیر اعظم کی گواہی قبول نہ کی وہ سیدھا خلیفہ ہارون رشید کے پاس پہنچا اور اس کے آگے قاضی صاحب کی زیادتی اور اپنی رسوائی اور بے عزتی پر سخت احتجاج کیا، فضل بن ربیع معمولی حیثیت سے ترقی کر کے ابو جعفر منصور کے زمانے میں حاجب اور پھر ہارون رشید کے دور میں وزیر اعظم بنا، وہ بڑا حاسد اور کینہ پرور آدمی تھا، جوڑ توڑ کا خوب ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ بڑا خود غرض بھی واقعہ ہوا تھا، فضل بن ربیع کے کہنے پر ہارون رشید نے قاضی امام ابو یوسف کو طلب کیا تا کہ صورتِ حال معلوم کرے، عدالت کا وقت ختم ہوا تو قاضی صاحب سیدھے ہارون کے پاس پہنچے۔ تجربے اور اصول یہ بتاتا ہے کہ عدلیہ اور انتظامیہ کو ہمیشہ الگ الگ ہونا چاہئے جبھی اختیارات میں توازن قائم رہ سکتا ہے اور عدل پر آنچ نہیں آتی۔

امام ابو یوسف کے نو سال امام ابوحنیفہ کے ساتھ کٹے تھے وہ بھی اس حال میں کہ صرف رات میں سونے کے لئے وہ اپنے گھر جاتے تھے، ورنہ استاد ہی کی خدمت میں حاضر رہتے تھے، ہارون رشید کی فرمائش پر انہوں نے ایک کتاب الخراج لکھی تھی اس لئے ہارون رشید ان کا بڑا احترام کرتا تھا، وہ آئے تو ہارون نے پوچھا کہ کیا آپ نے فضل کو گواہی دینے سے روک دیا، قاضی صاحب نے کہا ہاں! ایک بار میں نے سنا وہ آپ سے کہہ رہا تھا کہ آپ کا غلام ہے وہ اپنے قول میں سچا تھا تو غلام کی گواہی معتبر نہیں ہوتی اور اگر جھوٹا تھا تب بھی اس کی گواہی قبول نہیں کی جاسکتی، جو شخص آپ کے دربار میں بے باکی سے جھوٹ بول سکتا ہے وہ میرے سامنے کیوں کر باز رہے گا۔

مردانِ خدا خدا نباشند لیکن زخدا جُدا نباشند

اللہ کے نیک بندے خدا نہیں لیکن خدا سے جدا نہیں ہوتے، ان کی زبانوں سے حق ہی جاری ہوتا ہے، ہارون نے قاضی صاحب کی بات سنی تو معذرت کے ساتھ انہیں رخصت کردیا اور فضل وزیر اعظم ہونے کے باوجود منہ دیکھتا رہ گیا۔

انعامات الٰهیه کی صحیح پهچان حاصل کریں: ہارون رشید اپنے دربار میں بیٹھے ہوئے تھے، پینے کا پانی منگوایا، قریب میں مجذوب صفت بزرگ حضرت بہلول رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے ہوئے تھے، جب ہارون رشید پانی پینے لگے تو انہوں نے ہارون رشید سے کہا کہ ایک منٹ رک جائیں وہ رک گئے اور پوچھا کہ کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا امیر المؤمنین! میں آپ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ آپ کو اس وقت پیاس لگ رہی ہے اور پانی کا گلاس آپ کے ہاتھ میں ہے، یہ بتائیں کہ اگر آپ کو ایسی ہی پیاس لگ رہی ہو تو آپ کسی جنگل یا صحراء میں ہوں اور وہاں پانی موجود نہ ہو اور پیاس شدت کی لگ رہی ہو تو آپ ایک گلاس پانی حاصل کرنے کے لئے کتنی دولت خرچ کردیں گے، ہارون رشید نے جواب دیا کہ اگر شدید پیاس کی حالت میں پانی نہ ملے تو چونکہ پانی نہ ملنے کی صورت میں موت ہے تو اپنی جان بچانے کے لئے میرے پاس جتنی دولت ہوگی، خرچ کردوں گا تا کہ جان بچ جائے، یہ جواب سننے کے بعد بہلول مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اب آپ بسم اللہ پڑھ کر پانی پی لیجئے۔

جب امیر المؤمنین پانی پی چکے تو حضرت بہلول مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امیر المؤمنین! میں ایک اور سوال کرنا چاہتا ہوں انہوں نے پوچھا کیا سوال ہے؟ بہلول مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا سوال یہ ہے کہ یہ پانی جو آپ پیا ہے اگر یہ پانی آپ کے جسم کے اندر ہی رہ جائے اور باہر نہ نکلے اور پیشاب بند ہو جائے، مثانے کے اندر پیشاب بھرا ہوا ہے اور باہر نکلنے کی صورت نہیں ہے تو اس کو باہر نکالنے کے لئے آپ کتنی دولت خرچ کردیں گے، ہارون رشید نے جواب دیا کہ اگر پیشاب نہ آئے بلکہ پیشاب آنا بند ہو جائے اور مثانہ پیشاب سے بھر جائے تو یہ صورت بھی نا قابل برداشت ہے، اس لئے اگر کوئی شخص اس کے علاج کے لئے جتنی دولت مانگے گا میں دیدوں گا، بہلول رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امیر المؤمنین! اس کے ذریعہ میں یہ حقیقت بتانا چاہتا ہوں کہ آپ کی پوری سلطنت کی قیمت ایک گلاس پانی پینے اور اس کو باہر نکالنے کے برابر بھی نہیں ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو سارا نظام مفت میں دے رکھا ہے، مفت میں پانی مل رہا ہے اور مفت میں بدن سے خارج ہو رہا ہے اس کے خارج کرنے کے لئے کوئی قیمت اور پریشانی نہیں پڑی۔ (اصلاحی واقعات: ص:۲۳)

تهجد کی نماز پڑه لو: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ لکھا ہے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ روزانہ تہجد کی نماز کے لئے اٹھا کرتے تھے، ایک دن تہجد کے وقت آنکھ نہ کھلی حتی کہ وقت نکل گیا چونکہ اس سے پہلے کبھی تہجد کی نماز نہیں چھوٹی تھی، پہلی مرتبہ یہ واقعہ پیش آیا تھا کہ تہجد کی نماز چھوٹ گئی، چنانچہ اس کی وجہ سے ان کو اس قدر ندامت ہوئی کہ سارا دن روتے روتے گذار دیا کہ یا اللہ مجھ سے آج رات تہجد کی نماز چھوٹ گئی، جب اگلی رات کو سوئے تو تہجد کے وقت ایک بزرگوار نے تشریف لا کر آپ کو تہجد کی نماز کے لئے جگانا شروع کیا کہ اٹھ کر تہجد پڑھ لو، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فوراً اٹھ گئے اور اس سے پوچھا کہ تم کون ہو اور یہاں کیسے آئے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں وہی بدنام زمانہ ابلیس ہوں، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا تمہارا کام تو انسان کو غفلت میں مبتلا کرنا ہے، نماز کے لئے اٹھانے سے تمہارا کیا کام؟ شیطان نے کہا اس سے بحث مت کرو جاؤ تہجد کی نماز پڑھ لو اور اپنا کام کرو، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں پہلے بتاؤ وجہ کیا ہے؟ مجھے کیوں اٹھا رہے تھے، جب تک بتاؤ گے نہیں میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا، جب بہت اصرار کیا تو شیطان نے بتایا کہ بات دراصل یہ ہے کہ گذشتہ رات آپ پر میں نے غفلت طاری کردی تھی تا کہ آپ کی تہجد کی نماز چھوٹ جائے۔ چنانچہ آپ کی نماز چھوٹ گئی، لیکن اس کے نتیجے میں آپ نے سارا دن روتے روتے گذار دیا اور اس رونے کے نتیجے میں اتنے درجات بلند ہوگئے کہ اگر آپ اٹھ کر تہجد پڑھ لیتے تو آپ کے اتنے درجات بلند نہ ہوتے یہ تو ہمارا بڑے خسارے کا سودا ہوا اس لئے میں نے سوچا کہ آج آپ کو اٹھادوں تا کہ اور زیادہ درجات کی بلندی کا راستہ پیدا نہ ہو۔

خـانـدانـی فـطـرت اپنا اثر دکهاتی هے! ہشیم بن عدی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں اپنی ناقہ پر سوار سفر کر رہا تھا، راستہ میں ایک اعرابی کے خیمہ کے پاس شام ہوگئی، میں نے وہاں نزول کیا خیمہ میں ایک عورت موجود تھی اس نے کہا آپ کون؟ میں نے کہا مہمان ہوں، اس نے کہا میرے پاس مہمان کی کیا ضرورت ہے صحرا و جنگل کشادہ اور وسیع ہے، کہیں جا کر ٹھہر جاؤ، اس کے بعد انھی گیہوں لیا اس کو پیسا اور روٹی پکایا اور بیٹھ کر کھانا شروع کیا تھا کہ اس کا شوہر آ گیا، وہ اپنے ساتھ دودھ لے کر آیا، اس نے سلام کیا اور مجھ سے پوچھا آپ کون؟ میں نے کہا مہمان ہوں اور کہا "اھلاً وسھلاً" حیاک اللہ اللہ تمہیں حیات بخشیں تمہاری عمر طویل ہو اور پیالہ دودھ سے بھر کر مجھے پلایا پھر کہا کہ ایسا لگتا ہے کہ آپ نے کچھ کھایا نہیں اور اس نے آپ کو کھلایا نہیں، میں کہا اللہ کی قسم میں نے کچھ نہیں کھایا، بس وہ غصہ میں بھرا ہوا گھر میں داخل ہوا۔ افسوس کہ تم نے خود تو کھالیا اور مہمان کو ویسا ہی چھوڑ دیا، اس نے کہا مجھ سے اس سے کیا مطلب کیا میں اس کو اپنا کھانا کھلا دیتی (پھر میں کیا کرتی) دونوں کے درمیان بات بڑھتی گئی اور غصہ میں اس کو اتنا مارا کہ زخمی کردیا، پھر چھری لیا اور میری اونٹنی کو ذبح کردیا میں نے کہا اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کریں، یہ کیا، اس نے کہا اللہ کی قسم میرا مہمان بھوکا نہیں سوئے گا، پھر اس نے لکڑی جمع کیا اور آگ جلاتی اور گوشت بھون کر مجھے بھی کھلاتا تھا اور خود بھی کھا رہا تھا اور اپنی بیوی کو بھی دیتا تھا اور اس کے ساتھ یہ بھی اس کو کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ تجھے روزی نہ دیں۔

الغرض صبح ہوئی اور مجھے چھوڑ کر کہیں چلا گیا، میں غمزدہ بیٹھا ہوا تھا جب دن چڑھا تو واپس آیا اور اپنے ساتھ ایسا خوبصورت اونٹ لے کر آیا کہ اس کو دیکھتے جی نہ اکتائے، دیکھنے والا اس کو دیکھتا ہی رہ جائے اور کہا کہ یہ تمہارے اونٹ کے بدلے میں ہے اور گوشت اور ماحضر لے کر مجھے رخصت کیا، میں وہاں سے نکلا، کچھ دور جا کر ایک اعرابی کے خیمہ کے پاس پہونچا میں نے سلام کیا خیمہ کے اندر سے ایک خاتون نے میرے سلام کا جواب دیا پوچھا کون آدمی ہے میں نے کہا مہمان ہوں، اس نے کہا آپ کو مرحبا آپ کو اللہ تعالیٰ با حیات رکھیں اور عافیت سے نوازیں، میں اس جگہ ٹھہر گیا اس نے گیہوں لیا، آٹا پیسا، اس کو گوندھا اور روٹی پکایا اور دودھ میں ڈبو کر میرے سامنے رکھ دیا اور ایک پلیٹ میں تلی ہوئی مرغی بھی رکھ دیا اور کہا کھائیے اور کوئی کمی رہ گئی ہو تو معذرت قبول کیجئے، ابھی زیادہ دیر نہیں گذری تھی کہ ایک بدصورت اعرابی نمودار ہوا اس نے سلام کیا میں نے اس کے سلام کا جواب دیا، اس نے پوچھا آپ کون؟ میں نے کہا کہ مہمان ہوں، تو کہنے لگا مہمان کی ہمارے یہاں کیا ضرورت؟ پھر اندر گیا اور کہا کہ کھانا لاؤ، بیوی نے کہا کہ میں نے تو کھانا مہمان کو کھلا دیا، اس نے کہا اچھا میرا کھانا تم نے مہمان کو کھلا دیا (اب میں کیا کھاؤں گا) پھر دونوں میں بات بڑھی اس نے بیوی کو اتنا مارا کہ سر زخمی ہوگیا مجھے یہ سارا منظر دیکھ کر ہنسی آرہی تھی، میں ہنس رہا تھا، وہ اندر سے میرے پاس آگیا کہنے لگا کہ کیوں ہنس رہے ہو، میں نے اس کو پچھلا واقعہ اعرابی اور اس کی بیوی کا سنایا وہ مجھ سے مخاطب ہوکر کہنے لگا یہ عورت جو میرے پاس ہے اس اعرابی کی بہن ہے جس کے پاس تم نے کل قیام کیا تھا اور وہ عورت جو اس اعرابی کے پاس تھی وہ میری بہن ہے، ہشیم کہتے ہیں میں نے تعجب کی حالت میں رات وہاں گذاری اور صبح کو وہاں سے روانہ ہوگیا۔ (حیوۃ الحیوان الکبریٰ: ۲/۳۰۰)

مقام عبرت: قصہ مذکورہ بڑا قابل عبرت ہے، خاندانی عادت وفطرت آسانی سے بدلتی نہیں، وہ اپنا اثر دکھا کر رہتی ہے، پہلی خاتون کا شوہر کس قدر فیاض اور مہمان نواز تھا کہ مہمان نوازی کا سامان نہ ہونے پر اس نے مہمان کا اونٹ ذبح کر کے ضیافت کا حق ادا کیا، پھر اس کو اس کا نعم البدل دیا اور ایسے فیاض کے تحت ہونے کے باوجود بیوی کی خاندانی فطرت اور بخل میں کوئی تغیر نہ آیا۔ اسی طرح دوسرا اعرابی جو بدخلق تھا مہمان کے حق سے نا آشنا تھا اپنے پیٹ کے آگے مہمان کی خاطر داری نہ کرسکا، باوجودیکہ ایسی نیک دل بیوی، حق شناس اس کے پاس موجود تھی، یہی ہے جس کو کہا گیا، جبل گردد جبلت نہ گردد۔ اگر کوئی کہے کہ پہاڑ اپنی جگہ سے کھسک گیا تو تسلیم کرو مگر فطرت بدل جائے یہ مشکل ہے۔

صوفیاء کرام اسی لئے مجاہدہ اور ریاضت کرواتے ہیں، تا کہ جو اخلاق سیۂ انسان کے اندر ہیں وہ دب جائیں اور اخلاق حسنہ اجاگر ہو جائیں، اسی واسطے وہ کہتے ہیں کہ مجاہدہ اور تربیت سے امالہ ہوتا ہے، ازالہ نہیں ہوتا جس کا حاصل یہ ہے کہ طبیعت نیکیوں کی طرف راغب ہو جاتی ہے اور خلق بد دب جاتا ہے، نفس اور نفسانی خواہشات دبتی ہیں، فنا نہیں ہوتیں، یہی وجہ ہے کہ اگر صحبت صالحین میں ہوتا ہے تو وہاں کچھ اور رنگ ہوتا ہے اور جب وہاں سے دوسرے ماحول میں آتا ہے تو وہ رنگ نہیں رہتا ہے، اسی کی شکایت کیا تھا حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "نَافَقَ الْحَنْظَلَة" حنظلہ تو منافق ہوگیا۔

اسی لئے کہ جو رنگ دل ودماغ پر مجلس نبوی میں ہوتا تھا گھر پر وہ رنگ نہیں رہتا تھا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سَاعَةٌ وَسَاعَةٌ" ہاں بھائی کبھی یہ حال ہوگا اور کبھی وہ حال ہوگا اور فرمایا کہ اگر وہی حال برابر رہ جائے جو میری مجلس میں ہوتا ہے تو فرشتے تم سے راستوں میں مصافحہ کرنے لگیں، اسی واسطے اکابر قلوب کی نگرانی کی برابر تاکید کرتے رہتے ہیں، نگہداشت بہت ضروری ہے اور اعمال میں سستی کاہلی اور بے توجہی اور غفلت سے ملی ہوئی دولت کھو جاتی ہے، اسی لئے ذکر اذکار اوراد اور اد وظائف سے آخر تک جڑے رہنے کی تاکید کی جاتی ہے۔

Scanned with CamScanner

اسلام دین رحمت ہے

ڈاکٹر محمد راشدؔ

اسلام محض چند مخصوص عبادات کی ادائیگی یا بعض متعین اوقات میں کچھ خاص مذہبی اعمال ورسومات کی پابندی کا نام نہیں ہے، بلکہ یہ ایک مکمل نظام حیات ہے اور زندگی کے تمام معاملات میں خالق کائنات اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے رسول خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرماں برداری، ان کے احکام کی بجا آوری کا نام ہے اور جس کی تعلیمات کا بنیادی اور اولین ماخذ قرآن مجید اور احادیث رسول ہیں۔ حدیث پاک میں ہے: ''میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، جب تک تم ان پر کاربند رہو گے گمراہ نہیں ہو گے، اور یہ اللہ کی کتاب اور میری سنت ہے'' دوسرے لفظوں میں اسلام وہ طریقۂ زندگی ہے جس میں ایک انسان خود کو اللہ اور اس کے رسول حضرت محمدؐ کے احکام کے سپرد کر دیتا ہے اور خود سپردگی نیز اطاعت وفرماں برداری ہی اسلام کا لغوی معنیٰ بھی ہے اور اس اطاعت وفرماں برداری کا لازمی نتیجہ امن وسلامتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امن و سلامتی اسلامی تعلیمات کا لازمی نتیجہ ہے۔ اسلام کا انسانی زندگی سے گہرا عملی تعلق ہے جو اس کی سماجی وسیاسی اور دینی و دنیوی دونوں امور میں مکمل رہنمائی کرتا ہے اور انسان کی زندگی میں پیش آنے والے مسائل ومشکلات میں اس کا بہترین حل پیش کرتا ہے۔ ارشاد پاک ہے: إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ (الاسراء:۹) بے شک یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو بالکل سیدھی ہے۔ اس لیے اسلام کو قرآن مجید میں دین کامل اور تکمیل نعمت سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اگر ادیان ومذاہب پر نظر ڈالی جائے تو وہ جامعیت کے اس وصف سے خالی نظر آتے ہیں۔ ان مذاہب کے ماننے والوں کے نزدیک دین بظاہر چند مخصوص مذہبی اعمال ورسوم کی ادائیگی تک ہی محدود ہے نیز ان کے ماننے والوں کی طرف سے بھی ان کے دین کامل ہونے کا کوئی دعویٰ بھی نظر نہیں آتا۔ ان کے نزدیک مذہبی اور دین دار ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ انسان دنیا کے کاروبار اور مشاغل سے خود کو الگ کر لے اور زیادہ پسندیدہ یہ ہے کہ انسان سنیاسی یا تارک الدنیا بن کر جنگلوں میں اپنی زندگی گزارے۔ یا رہبانیت اختیار کر لے اور تجرد کی زندگی بسر کرے اور ازدواجی زندگی اور آل واولاد سے کنارہ کشی اختیار کر لے۔ ظاہر ہے ایسا شخص زندگی کی بھاگ دوڑ اور حصول رزق کی جدوجہد میں اپنے ابناء جنس کا معاون ومددگار اور ان کا سہارا بننے کے بجائے خود ہی قدم قدم پر دوسروں کے سہارے اور ان کی مدد کا محتاج بن جاتا ہے اور اپنوں کا بوجھ اُٹھانے کے بجائے خود دوسروں پر ایک بوجھ بن جاتا ہے۔ اسلام اس کو دین دار نہیں کہتا۔ اسلام کی نگاہ میں دوسروں کے کام آنا، ان کا بوجھ اُٹھانا ہی اصل دین داری ہے۔ انسان کا دوسروں کے کام آنا ہی اصل مقصد حیات ہے جب کہ وہ اللہ کی رضا اور اس کی خوشنودی کے لیے ہو۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان اجتماعیت پسند ہے۔ وہ سماجی اور معاشرتی زندگی بسر کرنے کے لیے فطرتاً مجبور ہے۔ اس سے ایک دوسرے کی ضروریات کی تکمیل اور وسائل زندگی کی فراہمی میں مدد ملتی ہے۔ ساتھ ہی اجتماعی اور معاشرتی زندگی میں باہم اختلافات کا پیدا ہونا بھی ایک فطری حقیقت ہے۔ انسان کے اندر غیظ وغضب، ظلم وزیادتی، حق تلفی اور ناانصافی کا مادہ بھی پایا جاتا ہے جیسا کہ اس حقیقت کی طرف قرآن کریم نشان دہی کرتا ہے: ''اور واقعہ یہ ہے کہ مل کر ساتھ رہنے والے لوگ اکثر ایک دوسرے پر زیادتیاں کرتے رہتے ہیں بس وہی لوگ اس سے بچے ہوئے ہیں جو اللہ پر یقین رکھتے ہیں اور ایسے لوگ کم ہیں''۔ (سورہ ص:۲۴) انسان کا نفس بھی بہ نسبت خیر کے بدی کی طرف زیادہ مائل رہتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: ''میں اپنے نفس کی برأت نہیں کر رہا ہوں نفس تو برائی پر اکساتا ہی ہے''۔ (یوسف:۵۲) آپسی اختلافات جب شدید ہو جاتے ہیں تو ظلم وزیادتی، حق تلفی، ناانصافی اور قتل وخونریزی کا ایک سلسلہ شروع ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں معاشرے کے امن وسکون کو جو کہ زندگی کی بقاء اور انسان کی خوشحالی کے لیے بنیادی عنصر ہے، شدید خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔ اس لیے سماج اور معاشرے کو پرامن رکھنے کے لیے کچھ اصول و قوانین کی ضرورت ہوتی ہے جن کی پابندی معاشرے کے ہر فرد کے لیے لازمی ہوتی ہے۔

انسان کے بنائے ہوئے قوانین مصلحت پر مبنی ہوتے ہیں: سوال یہ ہے کہ ایک پُرامن معاشرے کی تشکیل کے لیے انسان جس قانون اور ضابطۂ زندگی کا محتاج ہے وہ اس کو کہاں سے حاصل ہوگا۔ اس کو بنانے اور قوانین کو وضع کرنے کا اہل انسانوں میں سے کوئی ہے یا نہیں۔ چنانچہ انبیاء کرام کے علاوہ جو کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے لوگوں کے اخلاق واعمال کی اصلاح کے لیے مامور ومبعوث ہوتے ہیں، عام انسانوں میں کوئی اس کا اہل نہیں کہ وہ دوسروں کے لیے قانون وضع کرے اور دوسرے لازماً اس کے بنائے ہوئے قوانین کی اتباع کریں۔ انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین وقتی مصلحتوں پر مبنی ہوتے ہیں، حکومتیں جو قوانین بناتی ہیں ان سے عوام کی فلاح وبہبود اور ملک میں امن وامان سے زیادہ اپنی حکومت کو دوام واستحکام بخشنا مقصود ہوتا ہے۔ حکومتیں اپنے مفادات کو پیش نظر رکھ کر قوانین بناتی ہیں۔ کسی ایک انسان یا کسی انسانی جماعت کا بنایا ہوا قانون تمام انسانوں کو نہ تو مطمئن کر سکتا ہے اور نہ ہی سب کے لیے قابل قبول ہو سکتا ہے۔ فی الحقیقت انسان زندگی کی فلاح وسعادت کے لیے قانون بنانے کا اہل نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسانوں کے ذریعہ بنائے ہوئے قوانین کو بار بار بدلنے کی ضرورت پڑتی ہے۔

سید سلیمان ندویؒ بعثت انبیاء اور قانون وشریعت کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں: ''نوع انسان کو اپنے اختیاری اعمال وحرکات اور مشکلسی معاملات میں باہمی اجتماع اور تعاون کی ضرورت ہے اگر انسانوں میں یہ اجتماع اور تعاون نہ ہو تو انسان کا کوئی فرد زندہ نہ رہے۔ نہ جان ومال، عزت وآبرو کی حفاظت ہو سکے۔ اس بقائے نفس اور جان و مال اور عزت وآبرو کے تحفظ کے اصول کا نام شریعت ہے''۔ (سیرۃ النبی) انہیں اصول وقوانین کی وجہ سے سماج میں انسان کو دوسروں کا تعاون حاصل ہوتا ہے جس کے ذریعہ انسان اپنے لیے زندگی کا سامان فراہم کرتا ہے اور اس کے ذریعہ نوع انسانی اور افراد انسانی کی زندگی اور ان کی دولت وجائداد اور عزت وآبرو کے بچاؤ کی صورت پیدا ہوتی ہے۔

سوال یہ ہے کہ ایک ایسا قانون جو بالکل غیر جانب دار اور تمام انسانوں کے لیے یکساں مفید اور قابل قبول ہو کیسے اور کہاں سے حاصل ہو سکتا ہے۔ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں: ''اس تعاون کے اصول ضرور یہ ہیں کہ مرتب محدود اور معلوم ہوں اور وہ اس طرح بنائے جائیں جن میں کسی شخص، خاندان، قبیلہ، قوم اور ملک کے فوائد کی ترجیح نہ ہو بلکہ ان میں سب کا برابر فائدہ ہو۔ ظاہر ہے کہ ایسا قانون انسان کے ذریعہ ممکن نہیں بلکہ الٰہی اور تعلیم ربانی سے بن سکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ محض کسی انسان کی عقل سے جو بہرحال کسی خاص شخص یا کسی خاص خاندان، قبیلہ، قوم اور ملک کا ہوگا ایسا غیر جانب دارانہ قانون جس میں تمام مخلوقات کی حیثیت یکساں ہوں اور کسی طرف پلہ جھکنے نہ پائے اور تمام عالم کے لیے یکساں واجب العمل ہو، محال ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ یہ اصول اس کی طرف سے وہی ہوں جس کے ہاتھ میں نظام عالم کی باگ ڈور ہے اور جو پورے نوع انسانی کے اندرونی وبیرونی احوال وکیفیات کے رموز سے باخبر ہے''۔ (سیرۃ النبی)

مذاہب عالم میں اسلام ہی وہ واحد دین ہے جو دین کامل کے وصف سے متصف اور قوانین کی ضرورت اور اس کو وضع کرنے کی اہلیت کے معیار کے عین مطابق ہے۔ یہی وہ دین ہے جو انسانوں کے خالق ومالک کی طرف سے سارے انسانوں کے لیے ضابطۂ زندگی، نظام سیاست وحکومت اور ان کے حق میں رحمت بنا کر نازل کیا گیا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے: وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (الانبیاء:۱۰۷) اے نبی ہم نے تم کو در اصل دنیا والوں کے حق میں رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم محسن انسانیت ہیں اور آپ کے واسطے سے دنیا کو جو دین اور نظام زندگی ملا ہے وہ فی الحقیقت انسانوں کے حق میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رحمت ومہربانی اور ایک عظیم نعمت ہے۔ لیکن خواہشات نفس میں مبتلا سلاطین اور حکمراں طبقے کی طرف سے ہمیشہ اللہ کی اس عظیم نعمت پر دنیا میں فتنہ وفساد اور بدامنی کا الزام لگتا رہا ہے، قرآن مجید میں ایسی متعدد آیات ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام پر اس طرح کے بے بنیاد الزامات لگانے اور اسلام کی مخالفت میں ہمیشہ وہی طبقہ پیش پیش رہا ہے جنھیں دنیا میں مال ودولت، جاہ ومنصب اور حکومت واقتدار حاصل رہا ہے۔ حکمراں طبقہ یہ کبھی نہیں چاہتا ہے کہ ان کی حکومت واقتدار کو کوئی خطرہ لاحق ہو یا اس کو زوال آئے۔ یہ حکمراں طبقہ اسلام کو ہی اپنے اقتدار وحکومت کی بقاء میں سب سے بڑا خطرہ سمجھتا ہے چنانچہ عوام کو اپنے زیر اثر اور زیر حکمرانی رکھنے کے لیے وہ اس طرح کے الزامات لگاتا ہے تاکہ بھولے بھالے عوام کو اسلام سے دور اور اس سے متنفر کیا جا سکے اور انھیں اسلام کی تعلیمات کو صدق دل سے سمجھنے اور اس پر غور وفکر کرنے کا موقع ہی نہ مل سکے۔

قرآن مجید میں اسلام اور غیر اسلام کے بیچ کشمکش کی جو تصویر بیان کی گئی ہے بعینہ وہی صورت حال آج بھی دنیا میں ہر طرف نظر آ رہی ہے۔ اس کی جیتی جاگتی تصویر ہم خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ کس طرح حکومت واقتدار کو باقی رکھنے کے لیے اسلام اور مسلمانوں کو نشانہ بنایا جا رہا ہے اور انھیں ہر طرح سے زدوکوب کیا جا رہا ہے۔ اسلام اور مسلمانوں سے متنفر کیا جا رہا ہے؟ اسلام کو تمام مذاہب میں یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس میں حقوق انسانی کی رعایت رکھی گئی ہے اور دنیا میں جتنے بھی مظلوم طبقات ہوئے ہیں سب کو عزت اور قدردانی کا تاج پہنایا گیا ہے۔ اسلام در حقیقت کمزوروں، مظلوموں اور محروموں کے حق میں رحمت بن کر آیا ہے۔ یہ کمزوروں کے حقوق کی ادائیگی، عدل و انصاف اور انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے آزادی دلاتا ہے اور یہ وہ باتیں ہیں جو قوم کے سرداروں اور حکمرانوں کو پسند نہیں۔ عدل وانصاف کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ انسانوں کے درمیان خود ساختہ طبقات اور فرق مراتب ہے۔ ہندوستانی معاشرہ میں جس کی جڑیں بہت گہری ہیں۔ جس کی بنیاد پر بعض طبقات کو زندگی کی بنیادی ضروریات سے زمانہ دراز سے محروم رکھا گیا ہے۔ اسلام ان تمام امتیازات اور خود ساختہ مراتب کو ختم کرتا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق نے منصب خلافت پر فائز ہونے کے بعد جو سب سے پہلا خطبہ دیا اس میں اسلام کے اصول حکمرانی کی وضاحت کی۔ اس میں کمزوروں کے حقوق کا خصوصی ذکر فرمایا۔ انھوں نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ''میں تمہارا سردار بنایا گیا ہوں حالاں کہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ تم میں جو ضعیف ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے جب کہ میں اس کا حق نہ دلوا دوں اور تم میں جو قوی ہے وہ میرے نزدیک ضعیف ہے جب تک کہ میں اس سے حق نہ لے لوں''۔ (تاریخ اسلام) اسلام نے عدل وانصاف کے باب میں اصولی طور پر چھوٹے اور بڑے، کمزور اور قومی کے فرق کو مٹا دیا اور سب کو قانون کی نگاہ میں برابر لا کھڑا کیا۔ چنانچہ عہد نبوی میں چوری کا ایک واقعہ پیش آیا جس میں قبیلہ بنی مخزوم کی ایک عورت ماخوذ ہوئی۔ لوگوں نے حضرت اسامہ بن زید کو سفارشی بنوایا کہ عورت ایک معزز خاندان کی ہے اس کو سزا کیسے دی جا سکتی ہے؟ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غضب ناک ہوئے اور فرمایا کہ پچھلی قومیں اس لیے تباہ ہوئیں کہ (قانون کے نفاذ میں عدل سے کام نہیں لیتی تھیں)۔ ایک ہی جیسے جرم میں کمزوروں کو سزا دیتی تھیں اور شرفاء کو چھوڑ دیتی تھیں۔ بخدا اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹتا ہے''۔ (صحیح بخاری)

انسانیت کا احترام اور محبت: اسلام بلاتفریق رنگ ونسل اور دین ومذہب تمام انسانوں سے پیار ومحبت اور انسانیت کی بنیاد پر تعلقات استوار کرنے کی تائید کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے: ''اللہ تمہیں اس بات سے نہیں روکتا کہ تم ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کا برتاؤ کرو جنھوں نے دین کے معاملے میں تم سے جنگ نہیں کی ہے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا ہے۔ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ وہ تمہیں جس بات سے روکتا ہے وہ تو یہ ہے کہ تم ان لوگوں سے دوستی کرو جنھوں نے تم سے دین کے معاملہ میں جنگ کی ہے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا ہے اور تمہارے اخراج میں ایک دوسرے کی مدد کی ہے ان سے جو لوگ دوستی کریں وہی ظالم ہیں۔ (الممتحنہ: ۸) قرآن مجید کی یہ آیت سبھی مذاہب اور ادیان والوں کے ساتھ رشتہ انسانیت کی بنیاد پر محبت ونیکی اور حسن سلوک کا حکم دیتی ہے۔ یہ آیت اس باب میں گویا میل کا پتھر ہے۔ اس صاف اور صریح حکم کے ہوتے ہوئے اسلام پر غیر مسلمین کے ساتھ کسی طرح کے امتیازی یا نامناسب سلوک کا الزام لگانا صریح ناانصافی ہے۔

ایک انسان کے دوسروں کے ساتھ تعلقات کی مختلف جہات ہوتی ہیں اور دوسروں کے ساتھ تعلقات کی استواری کے متعدد اسباب ہوتے ہیں۔ مثلاً کہیں یہ تعلقات رحم یعنی خونی رشتوں کی بنیاد پر قائم ہوتے ہیں۔ کبھی مناکحت اور مصاہرت کی بنیاد پر استوار ہوتے ہیں۔ کبھی مذہب وعقیدہ کی بنیاد پر رشتہ اخوت قائم ہوتا ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے: ''إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ'' کہیں صرف انسانیت اور اولاد آدم ہونے کی بنیاد پر خوش گوار تعلقات قائم کرنے کا اسلام حکم دیتا ہے جس میں حسب ونسب، خاندان یا مصاہرت اور قرابت کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ فطری طور پر انسان خاندان، حسب نسب، خونی رشتوں اور مناکحت ومصاہرت کی بنیاد پر قائم ہونے والے رشتوں کا خاص خیال رکھتا ہے اور ان کے حقوق کی ادائیگی کی فکر کرتا ہے لیکن جس سے ایسا کوئی رشتہ نہ ہو اس سے ابن آدم ہونے کی وجہ سے معاشرتی تعلقات رکھنا ضروری ہے کیوں کہ ہر شخص کہیں نہ کہیں معاشرتی زندگی میں دوسروں کا معاون ہو سکتا ہے۔

Scanned with CamScanner

حضرت شیخ الہندؒ اور عصر حاضر کے مسائل و چیلنج

محمد عیسیٰ منصوری

برصغیر میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے بعد حضرت شیخ الہند محمود حسن دیو بندی کی خدمات سب سے نمایاں ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ نے مغلیہ سلطنت کے زوال کے بعد ملتِ اسلامیہ کو رام راج یا برہمن سامراج کا لقمہ تر بننے سے بچایا اور حضرت شیخ الہند نے برصغیر ملتِ اسلامیہ کی بقاء ورہنمائی کا پروگرام دیا برصغیر کی تاریخ میں آپ کا کردار سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے، آپ نہ صرف مدرسہ دیو بند کے پہلے طالب علم تھے؛ بلکہ بانی مدرسہ دیو بند حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کے حقیقی علمی، فکری وعملی جانشین بھی تھے۔ ۱۸۵۷ء کی شکست کے بعد برٹش امپائر اور برہمن سامراج نے ملی بھگت کرکے ملت اسلامیہ کو غلام اور شودر بنانے کی منصوبہ بندی کرلی تھی، ملتِ اسلامیہ ہند کسی محاذ پر دشمن کا سامنا کرنے کی سکت نہیں رکھتی تھی اور حوصلہ ہار چکی تھی؛ کیونکہ ۱۸۵۷ء میں علماء، مشائخ اور دینی جذبہ رکھنے والے مسلمان ہزاروں نہیں لاکھوں کی تعداد میں قتل و پھانسی پر چڑھ گئے یا کالا پانی وسلاخوں کے پیچھے ڈھکیل دیے گئے، ایسے نازک حالات میں ملتِ اسلامیہ کے لیے اپنا سب کچھ نچھاور کردینے والا یہ جاں فروش طبقہ (علمائے حق) ملت کے زخموں کو مندمل ہونے اور ایک نئی نسل کی تیاری کے لیے نئی حکمت عملی پر عمل شروع کردیا، وہ حکمتِ عملی یہ تھی کہ کچھ عرصہ کے لیے دشمن کے سامنے سے ہٹ کر اسے غافل کردیا جائے اور تعلیم وتربیت اور جہاد سے لیس ایک اور نسل تیار کی جائے، اس مشن کی خاطر دیو بند میں مدرسہ اور گنگوہ میں خانقاہ کے نام سے کام شروع ہوا، بقول حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی: ''میں نے (دشمن کو دھوکہ میں رکھنے کے لیے) اپنے مشن پر علم کی چادر ڈال دی ہے'' اور بقول حضرت شیخ الہند: ''حضرت الاستاذ نے یہ مدرسہ کیا محض درس وتدریس کے لیے قائم کیا تھا؟ بلکہ شاملی کی شکست کے بعد تلافی کے لیے یہ پُرحکمت اقدام تھا''۔

آج بھی ہم حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیو بندی کی پالیسی وحکمت عملی کے دور میں ہیں، برصغیر میں دین کے تمام تر شعبوں کا سلسلہ حضرت شیخ الہند کی ذات پر منتہی ہوتا ہے، حضرت تھانوی ہوں یا علامہ انور شاہ کشمیری، حضرت مدنی ہوں یا مولانا محمد الیاس یا مولانا شبیر احمد عثمانی۔ بیسویں صدی کے تقریباً سب ہی اکابر حضرت شیخ الہند کے شاگرد اور تربیت یافتہ تھے، ان اکابر نے ملتِ اسلامیہ کے تحفظ و بقاء احیاء وسربلندی کے لیے الگ الگ محاذ سنبھالا، حضرت مدنی کا اصل محاذ یہ تھا کہ برصغیر اور عالم عرب سے انگریز کو نکالا جائے۔ حضرت تھانوی کا اصل کام تصوف کے متعلق، حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شاہ ولی اللہ کے ادھورے کام کی تکمیل تھی یعنی تصوف کو بدعات ومحدثات عجمی وبیرونی اثرات سے پاک وصاف کرکے قرآن وسنت کے عین مطابق بنادیا جائے۔ حضرت مولانا الیاس کا اصل کام ملت اسلامیہ کو کلمہ نماز اور دین کی مبادیات تک سے دور ہوگئی تھی ان کے ایمان کو تازہ اور قوی کرکے انھیں پورے دین پر مستقیم کردیا جائے، حضرت علامہ انور شاہ کشمیری نے ایسے دور میں عالمِ اسلام سے حدیث اور علومِ حدیث ختم ہورہے تھے، ملت اسلامیہ میں حدیث کے علوم کا احیاء کیا وغیرہ وغیرہ یہ سب ہی اکابر حضرت شیخ الہند کے شاگرد تھے۔ بانی مدرسہ دیو بند مولانا محمد قاسم نانوتوی کو ملت اسلامیہ ہند کی بقاء وسربلندی کے لیے خاکہ تیار کرنے کے بعد زیادہ وقت نہیں ملا، آپ چالیس سال کی عمر ہی میں جوارِ رحمت میں پہنچ گئے، آپ کے مشن کی تکمیل حضرت شیخ الہند نے کی۔ آج دیو بندیت کے لیے اگر کوئی ہستی کامل آئیڈیل ونمونہ ہے تو وہ حضرت شیخ الہند کی ذات گرامی ہے، دیو بندیت نام ہے چار اوصاف کا: (۱) علم کامل (۲) عمل کامل (۳) تقویٰ کامل (۴) حمیت وغیرت کامل۔ آج ہم علمی عملی فکری ہر اعتبار سے حضرت شیخ الہند کے دور میں ہیں۔ آج برصغیر کے تمام شعبوں میں کام کرنے والے علماء آپ کے شاگردوں کے تیار کردہ ہیں۔

یاد رہے حضرت شیخ الہند کی جدوجہد صرف مسلمانانِ برصغیر کے لیے نہیں؛ بلکہ پورے عالم اسلام کے لیے تھی، آپ خوب سمجھتے تھے کہ برصغیر سے انگریز کے قدم اکھڑتے ہی وہ عرب اور دیگر مسلم ممالک پر قبضہ برقرار نہیں رکھ سکے گا؛ چنانچہ آپ نے اپنے رازدار وشاگرد رشید حضرت مولانا عبید اللہ سندھی کو جس مشن پر روانہ کیا تھا وہ عالمی مشن تھا، جس میں جرمنی (یورپ) سے اسلحہ خلافت عثمانیہ سے عسکری مدد، افغانستان سے راہ داری وفوجی اور قبائلی علاقوں سے جاں باز سپاہی لے کر پورے برصغیر کو انگریزوں سے آزاد کروانا تھا، حکومت کو اپنے خفیہ اداروں سے تھوڑی سی بھنک مل گئی، اسی لمحہ ڈاکٹر انصاری صاحب نے خفیہ میسج بھیجا، آپ گرفتاری سے قبل فوراً حجاز نکل جائیں، حجاز میں آپ خلافتِ عثمانیہ کے ترکی گورنر (مدینہ) غالب پاشا اور ان کے واسطہ سے خلافتِ عثمانیہ کے وزیر جنگ انور جمال پاشا سے ملاقات کرکے اپنے مشن کو آگے بڑھا رہے تھے، دوسری طرف برطانوی شعبہ انٹیلیجنس نے لارنس آف عربیہ کے ذریعہ عربوں کو ترکوں سے آزادی کا جھانسہ دے کر حجاز میں ترکی کے مقرر کردہ حکمران شریف مکہ کو غداری پر آمادہ کرلیا۔ خلافت عثمانیہ کے ان غداروں نے حضرت شیخ الہند اور آپ کے رفقاء کو قید کرکے برطانیہ کے حوالے کردیا، اس طرح آپ تقریباً ساڑھے تین سال مالٹا میں قید رہے، آپ نے قید میں جو صعوبتیں اٹھائیں، بڑھاپے میں آپ کا جسم زار ونزار ہوگیا اور متعدد امراض لگ گئے؛ چنانچہ رہا ہوکر ہندوستان واپس ہوئے تو جسم کی ساری توانائی نچڑ چکی تھی، بہ مشکل ساڑھے پانچ ماہ زندہ رہے وہ بھی مسلسل صاحب فراش اور وجع المفاصل، پیچش، بواسیر، تپ لرزہ جیسے امراض کا شکار رہ کر؛ لیکن آپ اپنے مقاصد سے ذرا غافل نہیں ہوئے، آپ کی فکر وکارکردگی دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ آپ اپنی فکر، حکمت عملی اور پالیسی کے اعتبار سے اس وقت عالم گیریت (گلوب لائزیشن) کے دور میں تھے جب یورپ محض نیشنلزم (وطنیت) کے دور میں تھا۔

آپ ۸ر جون ۱۹۲۰ء کو مالٹا سے رہا ہوکر بحری جہاز کے ذریعہ ممبئی پورٹ پہنچے، ممبئی میں دو روز نہایت مصروف گذارے، بندرگاہ سے مولانا شوکت علی اور تحریک خلافت کے ہزاروں پرجوش رضا کار شاندار جلوس کی شکل میں خلافت کمیٹی کے مرکزی دفتر واقع محمد علی روڈ لے گئے، ممبئی میں بھارت کی اہم سیاسی پارٹیوں کے لیڈروں اور مشاہیر سے آپ نے ملاقاتیں کیں جن میں مہاتما گاندھی اور مولانا عبدالباری فرنگی محلی جیسے رہنما شامل تھے۔

واقعہ یہ ہے کہ اس وقت پورے برصغیر میں حضرت شیخ الہند کے مقام ومرتبہ کا کوئی رہنما نہیں تھا، نہ صرف طبقہ علماء نے؛ بلکہ کانگریس، کمیونسٹ وشوشلسٹ پارٹیوں سمیت سب ہی نے آپ کو اپنا عظیم رہنما تسلیم کیا۔ دیو بند جاکر بھی آپ تمام سیاسی لیڈروں سے رابطہ میں رہے؛ لیکن مدرسہ دیو بند کو حکومت کے غیض وغضب سے بچانے کے لیے آپ نے اپنے رابطے انتہائی خفیہ رکھے، آپ دیو بند میں مدرسہ سے دور ایک مکان میں سکونت پذیر ہوئے، جسے کوٹھی کہا جاتا تھا، کانگریس کمیونسٹ وشوشلسٹ اور دیگر پارٹیوں کے رہنما حضرت شیخ الہند سے ملاقات ومشورہ کے لیے عموماً گہری رات کے بعد خاموشی سے آتے اور کوٹھی میں ٹھہر جاتے آپ آدھی رات کے بعد ان سے چپکے سے ملاقات فرمالیتے، سرحد کے خدائی خدمت گار (خان عبدالغفار خان) کو حکم تھا کہ دیو بند نہ آئیں؛ بلکہ دیو بند سے پہلے یا بعد کے اسٹیشن پر اتریں، آپ وہیں پہنچ کر ملاقات کرلیں گے۔

اسارتِ مالٹا کے دوران آپ ملتِ اسلامیہ کی سربلندی کے لیے مسلسل غور وخوض فرماتے رہے؛ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں واپسی پر آپ نے اپنی پالیسیوں (حکمت عملی) کو یکسر تبدیل فرمادیا، آپ کی نئی حکمت عملی و پالیسی کے دو بنیادی ستون تھے، ایک عسکریت کے بجائے ڈائیلاگ، آپ نے دیکھا کہ عالمِ کفر دن بدن طاقتور اور عالم اسلام کمزور وبے بس ہوتا جارہا ہے اور اپنوں (مسلمانوں) میں غداری وبے وفائی آگئی (ریشمی رومال کی تحریک اپنوں کی غداری ہی سے ناکام ہوئی) چنانچہ ایک قابل جرنیل کی طرح آپ نے جنگ کی حکمت عملی تبدیل کی آپ مسلسل دیکھ رہے تھے کہ تقریباً ڈیڑھ سو سال سے مسلمان جہاد کا نعرہ لگاکر برطانیہ عظمیٰ سے ٹکراکر پاش پاش ہوتے رہے؛ کیونکہ انگریز براورانِ وطن (ہندو) کو ساتھ ملاکر مسلمانوں کی جہادی تحریکوں کو کچل دیتا تھا، ہندوستان میں ہندو انگریز کا ہاتھ تھام کر ایک مضبوط اور طاقتور قوم بن رہا تھا اور مسلمان ٹکرا ٹکرا کر ختم ہورہے تھے، اسی لیے آپ کی نئی حکمت عملی یہ تھی کہ ڈائیلاگ کے ذریعہ برادرانِ وطن کو آزادی کی جدوجہد میں ساتھ لیا جائے، آپ جانتے تھے کہ مسلمان تو پیچھے رہ کر بھی اپنے حصہ سے زیادہ قربانیاں دیں گے؛ مگر ہندو قوم مسلمان لیڈر شپ میں قربانی نہیں دے گی، آنے والی قیادت کے لیے ہندو (مہاتما گاندھی) کو آگے کیا؛ کیونکہ جب تک اکثریت ساتھ نہیں دیتی انگریز کو برصغیر چھوڑنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا، آپ نے دوسری حکمت عملی یہ اختیار فرمائی کہ لارڈ میکالے کے نظام تعلیم نے مسلمانوں کے مقتدر طبقات اور شرفاء کو انگریز کی سوچ وفکر اور طرز زندگی کا وارث بنادیا تھا، آپ نے جدید تعلیم یافتہ طبقہ کی طرف دستِ شفقت بڑھاکر انھیں اپنا ترجمان بنالیا، اس طرح انھیں اپنی سوچ وفکر اور امنگوں کا وارث بنالیا؛ اس لیے آپ انتہائی ضعف وبیماری کے باوجود علی گڑھ مسلم یونیورسٹی تشریف لے گئے؛ تاکہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو اپنے درد وفکر میں شریک کرکے انھیں انگریز کے خلاف کھڑا کریں۔ آپ کے ضعف ونقاہت کا یہ عالم تھا کہ آپ دیو بند سے پالکی میں لیٹ کر روانہ ہوئے، نقاہت کی وجہ سے خطبہ صدارت نہیں پڑھ سکتے تھے جو مولانا شبیر احمد عثمانی نے پڑھا جس میں آپ نے فرمایا: ''میں نے اس پیرانہ سالی اور علالت ونقاہت کی حالت میں آپ کی اس دعوت پر؛ اس لیے لبیک کہا کہ اپنی ایک گمشدہ متاع کو یہاں پانے کا امیدوار ہوں۔'' پھر فرمایا: 'اے نونہالانِ وطن! جب میں نے دیکھا کہ میرے اس درد کے غم خوار جس میں میری ہڈیاں پگھلی جارہی ہیں، مدرسوں اور خانقاہوں میں کم اور اسکولوں اور کالجوں میں زیادہ ہیں تو میں نے اور میرے چند احباب نے ایک قدم علی گڑھ کی طرف بڑھایا اور اس طرح ہم نے ہندوستان کے دو تاریخی مقاموں دیو بند اور علی گڑھ کا رشتہ جوڑا۔'' اسی خطبہ صدارت میں آپ نے فرمایا: ''آپ میں جو حضرات محقق اور باخبر ہیں وہ جانتے ہوں گے کہ میرے بزرگوں نے کسی بھی وقت کسی اجنبی زبان سیکھنے یا دوسری قوموں کے علوم وفنون حاصل کرنے پر کفر کا فتویٰ نہیں دیا! ہاں بے شک یہ کہا کہ انگریزی تعلیم کا آخری اثر یہی ہے جو عموماً دیکھا گیا کہ لوگ نصرانیت (مغربیت) کے رنگ میں رنگ جاتے ہیں یا ملحدانہ گستاخیوں سے اپنے مذہب یا مذہب والوں کا مذاق اڑاتے یا حکومتِ وقت کی پرستش کرنے لگتے ہیں، ایسی تعلیم پانے سے ایک مسلمان کے لیے جاہل رہنا اچھا ہے۔''

آپ کے بے قرار دل سے نکلی صدا نے جدید طبقہ کے دل کو مسخر کرلیا؛ چنانچہ جب آپ نے ترکِ موالات یعنی برطانوی حکومت سے ہر طرح کا تعاون ختم کرنے کی اپیل کی تو یونیورسٹی کے بہت سے طلباء نے یونیورسٹی سے رشتہ توڑلیا۔ یہ واقعہ ۲۹ر اکتوبر ۱۹۲۰ء کا ہے، اس طرح دہلی میں جامعہ ملیہ اسلامیہ مسلمانوں کی دوسری بڑی یونیورسٹی حضرت شیخ الہند کی بدولت وجود میں آئی۔ غرض حضرت شیخ الہند نے مالٹا سے واپسی پر برصغیر کی ملت اسلامیہ کو دو بنیادی پالیسیاں عطا کیں (۱) ڈائیلاگ (۲) جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو قریب کرکے انھیں اپنا ترجمان بنانا، اگر ہم ڈائیلاگ کی راہ پر ہوتے تو آج عالم گیریت کے دور میں اقوامِ عالم سے ڈائیلاگ کے ذریعہ قرآن کے مطابق انسانی مسائل کا حل پیش کررہے ہوتے، اسی طرح جدید تعلیم یافتہ طبقہ عالمی حالات کو جتنا سمجھتا ہے قدیم طبقہ نہیں اور جدید طبقہ کے پاس وہ زبان واسلوب ہے جسے اقوام عالم سمجھتی ہیں، صرف اس کے پاس قرآن وسنت کی صحیح رہنمائی نہیں ہے، اگر یہ دونوں چیزیں جمع ہوجائیں تو ملتِ اسلامیہ کی کشتی موجودہ حالات کے بھنور سے نکل سکتی ہے، کاش حضرت شیخ الہند کو زندگی نے کچھ اور مہلت دی ہوتی تو آپ کسی حد تک قدیم وجدید کی خلیج پاٹ دیتے، سب سے زیادہ افسوس ناک امر یہ ہے کہ طبقہ علماء نے حضرت شیخ الہند کے بعد آپ کی حکمتِ عملی فراموش کردیا نہ ڈائیلاگ جاری رہا، نہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو قریب کرسکے؛ بلکہ دونوں طبقات میں دن بہ دن فاصلہ بڑھتا گیا۔

حضرت شیخ الہند کے بعد آپ کے شاگردوں (جو بلاواسطہ یا بالواسطہ تقریباً تمام ہی علماء دیو بند ہیں) آپ کی جدید پالیسی کے دونوں نکات پر توجہ نہیں دی اگر طبقہ علماء ۱۹۲۰ء کے بعد حضرت شیخ الہند کی پالیسی کے دونوں نکات پر کاربند ہوکر جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو اپنالیتے تو برصغیر کی تاریخ مختلف ہوتی۔ ہماری غفلت کے سبب اس جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو غلط اور گمراہ لوگوں نے علماء کے خلاف استعمال کرلیا۔

Scanned with CamScanner

اخبار جہاں

قومی ادارہ برائے انسانی حقوق کی عمان میں علاقائی فورم میں شرکت

قومی ادارہ برائے انسانی حقوق (NHRI) کے وفد نے، نائب صدر ڈاکٹر فاطمہ الکعبی کی قیادت میں انسانی حقوق سے متعلق قومی نظریات کو آگے بڑھانے میں قومی انسانی حقوق کے اداروں کے کردار پر توجہ مرکوز کرتے ہوئے ایک علاقائی فورم میں شرکت کی، اس دوروزہ فورم کا انعقاد صلالہ، عمان میں کیا گیا، جس کا مقصد انسانی حقوق کے منصوبہ بندی میں تجربات، چیلنجز اور بہترین طریقوں کا جائزہ لینا تھا، اس فورم میں اقوام متحدہ، بین الاقوامی اور علاقائی اداروں، متعلقہ حکام، قومی انسانی حقوق کے اداروں، سرکاری اداروں اور سول سوسائٹی کی تنظیموں کے 50 سے زائد اداروں اور تنظیموں نے شرکت کی، یہ فورم عمان ہیومن رائٹس کمیشن نے قطر میں نیشنل ہیومن رائٹس کمیٹی، عرب نیٹ ورک فار نیشنل ہیومن رائٹس انسٹی ٹیوشنز کے تعاون سے اور اقوام متحدہ کے ترقیاتی پروگرام، اقوام متحدہ کے ہائی کمشنر برائے انسانی حقوق کا دفتر، خلیج تعاون کونسل کا سیکرٹریٹ جنرل، اور عرب چارٹر کمیٹی برائے انسانی حقوق کے ساتھ شراکت میں منعقد کیا تھا (وام)

متحدہ عرب امارات یونیورسٹی میں ملک کے سب سے بڑے سولر پروجیکٹ کا آغاز

ابوظہبی انرجی سروسز نے متحدہ عرب امارات یونیورسٹی کے لیے العین میں 9000 کلوواٹ پیک سولر فوٹو وولٹک پروجیکٹ کا آغاز کیا ہے، یہ منصوبہ یو اے ای کے تعلیمی شعبے میں اپنی نوعیت کا سب سے بڑا منصوبہ ہے جو متحدہ عرب امارات یونیورسٹی کے کیمپس میں 190,000 مربع میٹر پر محیط ہوگا، اس منصوبے سے یونیورسٹی کی بجلی کی مانگ کا 25 فیصد پورا ہونے، سالانہ 8,187 ٹن CO2 کے اخراج میں کمی اور 13 ماہ کے اندر اس منصوبے کے مکمل ہونے کی توقع ہے، یہ اقدام یو اے ای کے قابل تجدید توانائی کے اہداف کی حمایت کرتا ہے اور ابوظہبی انرجی سروسز اور متحدہ عرب امارات یونیورسٹی دونوں کے پائیدار مستقبل کے عزم کو اجاگر کرتا ہے، متحدہ عرب امارات یونیورسٹی کے قائم مقام وائس چانسلر پروفیسر احمد علی الرئیسی نے کہا کہ یہ منصوبہ یونیورسٹی کے پائیداری کے وژن کے لیے ایک سنگ میل ہے اور کوپ 28 میں ان کی فعال شرکت کی عکاسی کرتا ہے، ابوظہبی انرجی سروسز کے سی ای او خالد محمد القبیسی نے کہا کہ ابوظہبی انرجی سروسز اس منصوبے کے لیے فنانسنگ، خریداری اور تعمیر کا احاطہ کرتے ہوئے ایک جامع حل فراہم کرنے پر فخر محسوس کرتی ہے۔ (وام)

شرح پیدائش کم اور اموات زیادہ، جاپان کی آبادی میں مسلسل 15ویں برس کمی

جاپان میں حکومت کی جانب سے جاری کردہ اعداد وشمار بتاتے ہیں کہ ملک کی آبادی گزشتہ 15 برس سے مسلسل کم ہو رہی ہے، خبر رساں ایجنسی ایسوسی ایٹڈ پریس کے مطابق جاپان میں گزشتہ 15 برس کے دوران آبادی میں پانچ لاکھ کی کمی ہوئی؛ کیونکہ پیدائش کی شرح کم اور اموات بڑھ رہی ہیں، گزشتہ برس جاپان میں اپنی تاریخ کی سب سے کم بچوں کی پیدائش ہوئی جو سات لاکھ 30 ہزار تھی، اسی طرح گزشتہ برس سب سے زیادہ اموات ہوئیں جن کی تعداد 15 لاکھ 80 ہزار رہی، رواں سال کے آغاز پر یکم جنوری کو جاپان کی آبادی 12 کروڑ 49 لاکھ تھی، جاپان میں داخلی امور کی وزارت کی جانب سے جاری کیے گئے ڈیٹا کے مطابق غیر ملکی شہریوں کی رہائش کی شرح گیارہ فیصد بڑھی اور اُن کی جاپان میں آبادی پہلی بار 30 لاکھ ہوگئی ہے (اردو نیوز)

جرمنی اور برطانیہ میں فوجی تعلقات کو فروغ دینے کا معاہدہ

برطانیہ کے وزیر دفاع جان ہیلی نے اپنے جرمن ہم منصب بورس پسٹوریئس سے بات چیت کے لیے برلن کا دورہ کیا، اسی مناسبت سے جرمنی اور برطانیہ نے دفاعی اور سلامتی کے معاملات پر مزید قریبی تعاون کو فروغ دینے کا اعلان کیا، دونوں وزراء نے برلن میں ایک مشترکہ دفاعی اعلامیے پر دستخط کیے، جسے نیٹو اتحادیوں کے درمیان اپنی نوعیت کا پہلا معاہدہ قرار دیا جا رہا ہے، جرمن وزیر دفاع پسٹوریئس نے کہا کہ اس معاہدے میں دونوں ممالک میں دفاعی صنعتوں کو تقویت دینے، ہتھیاروں کی تیاری اور خریداری پر زیادہ قریبی تعاون اور یوکرین کے لیے امداد پر "اور بھی بہتر" رابطہ کاری شامل ہے، پسٹوریئس نے ایک مشترکہ پریس کانفرنس کے دوران کہا کہ یہ معاہدہ نیٹو اور اس طرح مجموعی طور پر نیٹو کے اندر یورپی ستون کو مضبوط کرے (ڈی ڈبلیو)

کشیدگی خطے میں پھیلنے کا خطرہ ہے، عالمی مندوب برائے یمن

ہانس گرنڈبرگ نے بتایا کہ یمن میں متحارب فریقین عالمی طور پر تسلیم شدہ حکومت اور حوثی باغیوں نے اتفاق کیا ہے کہ وہ ملک کے اندر موجود کشیدگی میں کمی لائیں گے، گرونڈبرگ کے مطابق یمنی تنازعے کے فریقین نے انہیں بتایا کہ وہ متفق ہیں کہ کشیدگی میں کمی کے لیے اقدامات اور جوابی اقدامات کیے جائیں گے، یہ فریقین اس وقت بینکنگ اور ٹرانسپورٹ کے شعبوں پر اپنی گرفت مضبوط بنانے کی کوشش میں ہیں، انہوں نے تاہم اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کو خبردار کیا کہ سات ماہ سے جاری اشتعال انگیز اقدامات " گذشتہ ہفتے تناؤ کی ایک بلند سطح ترین سطح پر پہنچ گئے ہیں" واضح رہے کہ گذشتہ ہفتے یمن میں سرگرم ایران نواز حوثی باغیوں نے تل ابیب پر ایک ڈرون حملہ کیا تھا، جس کے جواب میں اسرائیل نے یمنی مرکزی بندرگاہ حدیدہ اور وہاں تیل اور بجلی کی تنصیبات کو نشانہ بنایا تھا۔ (ڈی ڈبلیو)

فلسطین کے متحارب دھڑوں کا اختلافات ختم کرنے پر اتفاق، بیجنگ معاہدے پر دستخط

مختلف فلسطینی دھڑوں نے چین میں بیجنگ اعلامیے پر دستخط کر کے اختلافات ختم کرنے اور فلسطینی اتحاد کو مضبوط کرنے پر اتفاق کیا ہے، برطانوی خبر رساں ایجنسی روئٹرز کے مطابق چین کے سرکاری میڈیا سی سی ٹی وی نے رپورٹ کیا ہے کہ فلسطینی دھڑوں کے درمیان بیجنگ میں 21 سے 23 جولائی تک جاری رہنے والے مصالحتی مذاکرات کی اختتامی تقریب کے دوران اعلامیے پر دستخط کیے گئے (نیوز اردو)

محمد اسعد اللہ قاسمی

تعلیم و روزگار

گرامین ڈاک سیوک کے 44228 عہدوں پر بحالیاں

ہندوستانی محکمہ ڈاک نے اپنے مختلف پوسٹل سرکلو میں گرامین ڈاک سیوکوں کی بحالی کے لئے نوٹیفیکیشن جاری کیا ہے، 23 ریاستوں کے مختلف پوسٹل حلقوں میں کل 44228 اسامیاں ہوں گی، سب سے زیادہ 4588 اسامیاں اتر پردیش میں بھری جائیں گی، یہ تقرریاں برانچ پوسٹ ماسٹر (BPM) اور اسسٹنٹ برانچ پوسٹ ماسٹر (ABPM) زمرے کے تحت کی جائیں گی، آن لائن رجسٹریشن کا عمل شروع ہوگیا ہے، دلچسپی رکھنے والے اہل امیدوار 05/اگست 2024 تک فارم بھر سکتے ہیں، سب سے پہلے درخواست کی فیس ادا کرنی ہوگی، اس کے بعد ہی آن لائن فارم بھرا جا سکتا ہے، درخواست کی فیس 100 روپے ہے، ST/SC خواتین اور معذوروں کے لیے کوئی فیس نہیں ہے، مزید معلومات ویب سائٹ: indiapostgdsonline.gov.in، ای میل آئی ڈی: plipg.dte@indiapost.gov.in۔

انڈو تبتی بارڈر پولیس فورس (آئی ٹی بی پی) میں 112 اسامیوں پر بحالی ہوگی

انڈو تبتی بارڈر پولیس فورس (آئی ٹی بی پی) نے ہیڈ کانسٹیبل کی 112 اسامیوں پر بحالی کے لیے درخواستیں طلب کی ہیں، اس کے لیے مرد اور خواتین دونوں امیدوار اہل ہوں گے، امیدوار آن لائن درخواست دے سکتے ہیں، آن لائن درخواست دینے کی آخری تاریخ 05/اگست 2024 ہے، درخواست کی فیس: 100 روپے ہے، SC / ST، خواتین اور سابق فوجیوں کے لیے کوئی فیس نہیں ہے، سرکاری ویب سائٹ: www.itbpolice.nic.in، ہیلپ لائن نمبر: 011-24369482، 011-24369483، ای میل آئی ڈی: comdtrect@itbp.gov.in

اپرینٹس کے 2424 عہدوں کے لئے درخواست مطلوب

ریلوے ریکوائرمنٹ سیل (RRC)، سنٹرل ریلوے نے اپرنٹس کے 2424 عہدوں کے لئے اہل امیدواروں سے درخواست طلب کیا ہے، درخواست کی فیس 100 روپے ہے؛ لیکن ST/SC زمرہ کے امیدوار، خواتین اور معذوروں کے لیے کوئی فیس نہیں ہے، ادائیگی گیٹ وے کے ذریعے آن لائن کرنی ہوگی، آن لائن درخواست دینے ی آخری تاریخ: 15 اگست 2024، ویب سائٹ: Home/Home/rrccr.com

ٹیکنیشن کے 255 اسامیوں کے لیے فارم بھریں

یو پی ایس ایس سی نے بی سی جی ٹیکنیشن کے 255 عہدوں پر تقرری کے لئے درخواست طلب کیا ہے، درخواست کی فیس 25 روپے ہوگی، فیس آن لائن اور ایس بی آئی کے ای چالان کے ذریعے ادا کرنی ہوگی، آن لائن درخواست دینے کی آخری تاریخ: 07 اگست 2024، ویب سائٹ: upsssc.gov.in

ایگزیکٹو کے 55 عہدوں کے لیے درخواست دیں

ٹہری ہائیڈرو ڈیولپمنٹ کارپوریشن انڈیا لمیٹڈ میں ایگزیکٹو کے 55 عہدوں کے لیے درخواست مطلوب ہے، درخواست کی فیس 600 روپے ہے، ST/SC، جسمانی طور پر معذور، سابق فوجیوں کے لیے کوئی فیس نہیں ہے، فیس کی ادائیگی آن لائن موڈ کے ذریعے کرنی ہوگی، آن لائن درخواست دینے کی آخری تاریخ: 16 اگست 2024 ہے، مزید معلومات کے لئے ویب سائٹ: www.thdc.co.in پر وزٹ کریں۔

Assalamo Alaikum Warahmatullah Wabarkatuhu

UMRAH 2024 / 1446H PACKAGES

Note: All the rates below are per person in Indian Rupees (INR) Fixed Rates

PAT-DEL-JED / JED-DEL-PAT DIRECT FLIGHT

(16 DAYS), DEPARTURE 27th JULY 2024, ARRIVAL 11th AUG. 2024

PKG. CODE	HOTEL IN MAKKAH	HOTEL IN MADINA	QUAINT	QUAD	TRIPPLE	DOUBLE
GOLDEN DLX	OLIYAN PALACE OR SIMILER	BARKHA MAWADDA OR SIMILAR	90000/-	93000/-	102000/-	115000/-

IndiGo

PACKAGE INCLUDES:
1. ECONOMY TICKET PAT-DEL-JED / JED-DEL-PAT RETURN
2. UMRAH VISA AND INSURANCE
3. ACCOMODATION IN 3* HOTEL
4. FOOD (BREAKFAST + LUNCH + DINNER)
5. COMPLETE TRANSPORT BY AC BUS
6. LOCAL ZIYARAT (MAKKAH & MADINAH)
7. LAUNDRY AND ZAM ZAM 5 Ltr. PACK

ELIGIBILITY FOR TRAVEL :
1. VALID PASSPORT WITH MINIMUM SIX MONTHS VALIDITY DATE OF TRAVEL
2. MINIMUM AGE OF TRAVEL 0 YEAR.
3. ALL RESERVATION POLICIES AND PRICING ARE IN LINE WITH GUIDLINES OF SAUDI MINISTRY AND IN CASE OF ANY CHANGES AND ACTUAL INCREASE SERVICE / COST (IF ANY) WOULD BE APPLICABLE.

Note: IF SAUDI GOVT. CHANGE ANY RULES OF UMRAH SUDDENLY COMPANY WILL NOT BE RESPONSIBLE

For More Details, Contact: 9955065689/9304895612

HUFFAZ TOUR & TRAVELS

SHOP NO. 47, 2ND FLOOR, HAJI HARAMAIN MARKET, NEAR THANA GOLAMBAR, PHULWARI SHARIF, PATNA, BIHAR-801505

Scanned with CamScanner

تعزیتی بیانات و پیغامات

حضرت امیر شریعت نے مولانا شبلی اور ان کے اہل خانہ سے تعزیت کی

امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کے قائم مقام ناظم جناب مولانا محمد شبلی صاحب قاسمی کے والد بزرگوار کا انتقال ہوگیا ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون، اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے، اگلے تمام مرحلوں کو آسان کرے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء کرے اور مولانا سمیت گھر کے تمام لوگوں کو صبر وسکون نصیب کرے (آمین)

حضرت امیر شریعت صاحب کے حکم سے ایک مؤقر وفد جناب الحاج مولانا محمد عارف صاحب رحمانی ناظم جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر کی قیادت میں ان کے جنازہ میں شرکت کے لیے روانہ ہو چکا ہے، جس میں جناب مولانا مفتی محمد اظہر صاحب مظاہری شیخ الحدیث جامعہ رحمانی مونگیر، جناب مولانا مفتی ریاض احمد صاحب قاسمی استاذ حدیث جامعہ رحمانی مونگیر اور جناب حافظ احتشام صاحب رحمانی شریک ہیں، امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل صاحب رحمانی مدظلہ العالی نے ناظم صاحب کے والد بزرگوار کے انتقال پر گہرے صدمہ کا اظہار کیا ہے، انہوں نے کہا کہ ناظم صاحب کے والد نیک اور دیندار آدمی تھے، انہوں نے اپنی اولاد کو لکھا پڑھا کر دین کا بڑا خادم بنایا، یہ انکے لیے شرف کی بات ہے، کہ ان کے صاحبزادہ امارت شرعیہ پھلواری شریف جیسی باوقار ملی تنظیم کے قائم مقام ناظم ہیں، حدیث میں آتا ہے کہ نیک اولاد مرنے کے بعد مسلمان کے لیے ذخیرۂ آخرت ہوتی ہے، جو ہمیشہ اس کے لیے دعاء کرتی رہتی ہے، یقیناً مولانا صاحب اپنے والد بزرگوار کے لیے ذخیرۂ آخرت بنیں گے، حضرت امیر شریعت نے کہا کہ دکھ کی اس گھڑی میں گھر کے تمام لوگوں سے میں تعزیت مسنونہ پیش کرتا ہوں اور صبر وسکون کی دعاء کرتا ہوں، جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر میں مولانا شبلی صاحب کے والد کے انتقال پر دعاء مغفرت کی گئی، اور تعزیتی پروگرام کے ذریعہ ان کو خراج تحسین پیش کیا گیا۔

مولانا حکیم محمد شبلی القاسمی کے والد جناب محمد شمشاد صاحب کی رحلت، دفتر امارت شرعیہ میں تعزیتی نشست

یہ خبر نہایت ہی افسوس کے ساتھ سنی جائے گی کہ امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کے قائم مقام ناظم مولانا حکیم محمد شبلی القاسمی صاحب کے والد جناب محمد شمشاد صاحب موضع اسراہی پرسونی، ضلع مدھوبنی اچانک ۲۲ر جولائی ۲۰۲۴ء کو اللہ کو پیارے ہوگئے ''انا للہ وانا الیہ راجعون''، ان کی عمر ۷۵ر سال کے قریب تھی، اس غمناک سانحہ سے امارت شرعیہ کے تمام ذمہ داران وکارکنان کو گہرا صدمہ پہونچا، اور دفتر میں تعزیتی نشست منعقد کرکے مرحوم کیلئے ایصال ثواب اور دعاء مغفرت کا اہتمام کیا گیا، مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب سے اظہار تعزیت کرتے ہوئے انہیں صبر وثبات کی تلقین کی گئی، جیسے ہی یہ خبر امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی مدظلہ العالی کو ملی انہوں نے گہرے دکھ اور صدمے کا اظہار کیا اور مولانا محمد شبلی القاسمی سے تعزیت کا اظہار کیا اور مرحوم کیلئے بلندی درجات کی دعاء کی، حضرت نے ہدایت فرمائی کہ امارت شرعیہ کے تمام شعبۂ جات کے ذمہ داران، قضاۃ ومفتیان کرام اور جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر کے ناظم وشیخ الحدیث صاحبان وفد کی شکل میں جنازہ میں شریک ہوکر اہل خانہ وپسماندگان کو تعزیت مسنونہ پیش کریں، چنانچہ ہدایت کے مطابق امارت شرعیہ سے اہل علم کا ایک بڑا قافلہ مرحوم کے جنازہ میں شریک ہوا، امارت شرعیہ کے نائب امیر شریعت حضرت مولانا محمد شمشاد صاحب قاسمی رحمانی اور مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ (جو دفتری کام سے رانچی کے سفر پر تھے) کو جب یہ غمناک خبر ملی تو انہوں نے فون سے اظہار تعزیت اور مرحوم کے لئے دعاء مغفرت کی، بہار کی مختلف تنظیموں واداروں کے سربراہان اور اہم علمی، ملی وسیاسی شخصیات نے بھی اس سانحہ پر اپنے صدمہ کا اظہار کیا اور فون سے تعزیت کی، خاص طور پر جناب مولانا رضوان احمد اصلاحی، مولانا خورشید عالم مدنی، جناب انوار الہدیٰ، مولانا امانت حسین، مولانا مشہود احمد ندوی، جناب ڈاکٹر احمد اشفاق کریم، جناب الحاج ارشاد اللہ، جناب سونو بابو، جناب عبد الحق، جناب ذاکر بلیغ ایڈوکیٹ، جناب جاوید اقبال ایڈوکیٹ، جناب احسان الحق، مولانا محمد عالم قاسمی، مولانا گوہر امام قاسمی، مولانا ایوب نظامی صاحبان کے نام خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، جناب محمد شمشاد صاحب مرحوم اپنی خوش خلقی، تواضع، ایثار اور سادگی میں اپنی مثال آپ تھے، شرافت ومتانت کے پیکر تھے، اللہ نے انہیں ۴ر بچیاں اور ایک ہونہار وفعال متحرک صاحبزادہ مولانا محمد شبلی القاسمی عنایت کیں، جنہیں مرحوم نے بڑی محنت وریاضت کے ساتھ اعلیٰ تعلیم دلوایا جس کے باعث آج وہ ملک وملت کے ایک عظیم ادارہ امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم کے منصب پر فائز ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں اپنے والد ماجد کے مشن کا امین بنائے اور بیش از بیش خدمت دین کی توفیق مرحمت فرمائے، اللہ تعالیٰ مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں مقامات عالیہ سے نوازے۔ ایں دعا از من وجملہ جہاں آمین باد۔ قارئین کرام سے بھی بصد احترام دعاء مغفرت کی درخواست ہے۔

امارت شرعیہ کے قاضی شریعت مولانا مفتی محمد انظار عالم قاسمی کے والد کا انتقال

قاضی شریعت امارت شرعیہ مولانا مفتی انظار عالم قاسمی صاحب کے والد محترم جناب نور الہدیٰ صاحب موضع مبیش پور بکوا ضلع سہرسہ ۲۴ر جولائی ۲۰۲۴ء تقریباً ار بجے دن اچانک اللہ کو پیارے ہوگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون، ان کی عمر تقریباً نوے سال تھی، مرحوم بڑے ہی دیندار اور سماجی خدمت گار انسان تھے، علاقہ میں ان کے سماجی خدمات کے گہرے اثرات اور عوام وخواص میں خصوصی مقبولیت تھی، انہوں نے اپنی زندگی میں اپنے بچوں کی دینی تعلیم وتربیت کا ہمیشہ پورا خیال رکھا، وہ ملنسار، مہمان نواز اور متواضع ہونے کے ساتھ امارت شرعیہ اور خانقاہ رحمانی سے عقیدت مندانہ رشتہ رکھتے تھے، ان کی وفات سے نہ صرف ان کا علاقہ؛ بلکہ امارت شرعیہ اور خانقاہ رحمانی بھی ایک مخلص اور ہمدرد فرد سے محروم ہوگئی، اللہ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت عطا کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے، اس غمناک سانحہ پر امیر شریعت امارت شرعیہ حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی مدظلہ نے محترم قاضی صاحب کی تعزیت کرتے ہوئے اپنے پیغام میں کہا کہ یہ ہم سب کے لئے غیر معمولی صدمہ کا سانحہ ہے، جناب نور الہدیٰ صاحب کی وفات کے اس غم میں ہم سب برابر کے شریک ہیں، اللہ ان کے درجات کو بلند فرمائے، نائب امیر شریعت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی صاحب، قائم مقام ناظم مولانا شبلی القاسمی صاحب نے بھی اپنے تعزیتی کلمات میں گہرے دکھ کا اظہار کیا اور اس کو ذاتی سانحہ بتایا، اس موقع پر میٹنگ ہال امارت شرعیہ میں تعزیتی نشست کا انعقاد ہوا، جس میں امارت شرعیہ کے مختلف شعبوں کے ذمہ داران، مفتیان کرام، نائبین نظماء، نائبین قضاۃ، معاونین قضاۃ، انچارج بیت المال کے علاوہ بڑی تعداد میں کارکنان، حضرات مبلغین، طلبۂ تربیت نیز مقامی علماء وائمہ شریک ہوئے اور مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی۔

قاضی انظار عالم قاسمی کے والد کے انتقال پر حضرت امیر شریعت کا اظہار غم

جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر میں ختم قرآن اور ایصال ثواب کا اہتمام

امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کے قاضی شریعت جناب مولانا محمد انظار عالم صاحب قاسمی کے والد بزرگوار جناب نور الہدیٰ صاحب کا مختصر علالت کے بعد تقریباً ۹۱ر سال کی عمر میں آج انتقال ہوگیا اور وہ اپنے مالک حقیقی سے جا ملے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کل بعد نماز ظہر مبیش پور سہرسہ میں ان کی نماز جنازہ ادا کی جائے گی، جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر سے ایک وفد حضرت امیر شریعت دامت برکاتہم کے حکم سے جناب الحاج مولانا محمد عارف صاحب رحمانی ناظم جامعہ رحمانی مونگیر کی قیادت میں جا رہا ہے، جس میں جناب الحاج مولانا محمد جمال اکبر صاحب، استاذ حدیث جامعہ رحمانی مونگیر، جناب حافظ عبد العظیم صاحب رحمانی استاذ جامعہ رحمانی مونگیر، جناب مولانا رضی احمد صاحب رحمانی ناظم متفرقات جامعہ رحمانی مونگیر، جناب حافظ احتشام عالم صاحب رحمانی اور جناب مولانا قاضی رضی احمد صاحب ندوی قاضی شریعت دار القضاء امارت شرعیہ جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر شریک ہیں، امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم جناب مولانا محمد شبلی صاحب القاسمی کے والد بزرگوار کے انتقال کی خبر ابھی ذہن سے غائب نہیں ہوئی تھی کہ یہ دوسری خبر مولانا انظار صاحب کے والد کے وصال کی آ گئی، اللہ تعالیٰ انکی مغفرت فرمائے اور قاضی صاحب سمیت تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے (آمین)

امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل صاحب رحمانی مدظلہ العالی نے جناب مولانا قاضی انظار عالم صاحب قاسمی کے والد کے وصال پر گہرے رنج وغم کا اظہار کیا ہے، اور مرحوم کے لیے مغفرت اور پسماندگان کے لیے صبر واستقامت کی دعاء فرمائی ہے، انہوں نے قاضی صاحب سے تعزیت مسنونہ بھی پیش کیا ہے، حضرت امیر شریعت نے فرمایا کہ قاضی صاحب کے والد نیک اور دیندار تھے، خانقاہ رحمانی، یہاں کے بزرگوں اور امارت شرعیہ سے انہیں گہری عقیدت ومحبت تھی، وہ خوش قسمت تھے کہ انہوں نے اپنے صاحبزادہ کو جید عالم دین بنایا، جو اللہ کے فضل سے امارت شرعیہ کے قاضی ہوئے اور اس باوقار عہدہ پر فائز ہوکر دین کی خدمت کر رہے ہیں، ان کی بزرگوں، دینی اداروں سے محبت اور صاحبزادہ کو عالم باعمل بنانے کی کوشش اور اس میں کامیابی ان شاء اللہ آخرت میں بڑا ذخیرہ بن کر سامنے آئے گی، جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر میں قاضی صاحب کے والد کے لیے مغفرت کی دعاء کی گئی۔

تعزیتی کلام

قاضی القضاۃ حضرت مولانا انظار عالم قاسمی مدظلہ العالی کے والد محترم
جناب نور الہدیٰ صاحب کے انتقال پر تعزیتی کلام

مرے والد مجھے غم دے گئے ایسا جدائی کا
نظر آتا نہیں جس سے کوئی رستہ رہائی کا

گئے وہ درمیان راہ مجھ کو چھوڑ کر تنہا
ستانے کا خیال اب مجھ کو ان کی رہنمائی کا

سلیقہ زندگی جینے کا میں نے ان سے سیکھا ہے
ملا ہے درس ان سے خیر خواہی اور بھلائی کا

میں جو کچھ ہوں بس ان کی ہی دعاؤں کی بدولت ہوں
نہیں میں کر سکوں گا حق ادا ان کی وفائی کا

بڑی مشکل گھڑی ہے مشکلیں آسان کر یا رب
ہے شہرہ چار سو ہر سو تری مشکل کشائی کا

عطائیں بخش دے ان کی خطا یا فضل سے اپنے
میں تجھ کو واسطہ دیتا ہوں تیری کبریائی کا

مرے ظاہر سے میرے غم کا اندازہ نہ کر حیدر
مرے دل میں ہے ہنگامہ بپا ماتم کنائی کا

(صفحہ ۴/ کا بقیہ)

وہاں پہونچنے کے انتظار میں تاخیر ہو جائے گی اور جام میں پھنس گئے تو نماز قضا بھی ہو سکتی ہے۔ اس لئے اس کام کو پہلی فرصت میں کرلو، وہاں پہونچنے کا انتظار مت کرو"۔

اپنی پیرانہ سالی اور ضعف کی وجہ سے وقت ضرورت ہی حضرت کا دفتر آنا ہوتا تھا؛ لیکن دفتر کے معاملات اور کارکنوں کی حاضری سے گھر بیٹھے بھی واقفیت انہیں رہتی ہمیں دفتر میں بیٹھ کر اتنی واقفیت نہیں رہتی، کبھی دفتر کے کارکنوں سے واقفیت لے لی اور کبھی فون کر کے خیریت دریافت کیا اور معلوم کرلیا کہ آپ اس وقت کہاں ہیں، جھوٹ بولنا ایسے بھی بڑا گناہ ہے، امیر شریعت سے جھوٹ بولنے کی ہمت کون کر سکتا ہے؟ کبھی کسی نے اگر دو دو معنی جملے کہہ دے تو فرمائیں گے مولوی صاحب! لگتا ہے کہ آپ دفتر میں نہیں ہیں۔ ایسے تھے ہمارے امیر شریعت سادس، صاف دل، پاک طینت، نرم وگرم چشیدہ، متحمل وبردبار، فراق کی روح کو ناگوار نہ گذرے تو فراق کی جگہ نظام رکھ دیجئے اور کہئے۔

آنے والی نسلیں تم پر فخر کریں گی ہم عصرو
جب تم یہ کہو گے ان سے کہ ہم نے "نظام" کو دیکھا ہے

حضرت نے ایک بار مشہور صحافی عارف اقبال کو "باتیں میر کارواں" کے لیے انٹرویو دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ "اللہ پوچھے گا کہ کیا لے کر آئے ہو تو میں کہوں گا کہ اے اللہ امارت شرعیہ کو پوری زندگی دونوں ہاتھوں سے مضبوطی سے پکڑے رکھا اور تسبیح کے اس دھاگے کو ٹوٹنے اور اس کے دانے کو بکھرنے نہیں دیا، یہی ایک عمل لے کر آیا ہوں"، اور حضرت کو اسی عمل پر نجات کی امید تھی کاش ہمارے درمیان آج بھی کوئی نظام الدین اور مجاہد الاسلام ہوتا، اپنے ناخن تدبیر سے امارت شرعیہ کے مسائل حل کرتا، واقعہ یہ ہے کہ ان کے جانے سے دل میں غموں کی جس سیہ رات نے بسیرا کرلیا ہے اس کی نمود صبح میں کافی عرصہ لگے گا۔

Scanned with CamScanner

مدارس کے طلبہ جدید ٹکنالوجی سے بھی باخبر رہیں

مولانا محمد سالم قاسمی

گزشتہ بیسویں صدی صحافت کی صدی تھی اور اکیسویں صدی انٹرنیٹ کی صدی ہے میڈیا کی دو قسمیں ''پرنٹ میڈیا اور الکٹرانک میڈیا'' ہے اگر چہ دونوں ہی غیر معمولی اہمیت کی حامل ہیں لیکن الیکٹرانک میڈیا کا جدید ترین اور مؤثر ترین ذریعہ انٹرنیٹ'' ہے جو حیرتناک انٹرنیشنل میڈیا ہونے کے ساتھ اپنے اندر انتہائی پُر تاثیر جذابیت ودلکشی بھی لئے ہوئے ہے۔

انٹرنیٹ اپنی وسعت کار اور ہمہ گیری عمل کی بنا پر تنظیمات واجتماعیات پر ہی چھایا ہوا نہیں ہے بلکہ اقتدار و حکومتیں بھی آج اس کی گرفت میں آچکی ہیں۔ اس لئے یہ کہنا قطعاً مبالغہ میں شامل نہیں ہے کہ اس صدی میں کمپیوٹر اور انٹرنیٹ سے بے نیاز رہ کر جامعات ومدارس اسلامیہ کے لئے بھی اپنی دعوت وتعلیم دین کی پُر تاثیری کو برقرار رکھنا اگر ناممکن نہیں تو کم از کم مشکل ترین ضرور بن سکتا ہے پس آج جب کہ اقوام عالم کے لئے اپنے قومی وجود کی برقراری، اپنی شناخت کے تحفظ، اور اپنی زندگی کے تمام دائروں میں عام طور پر اور تعلیم ودعوت کے لئے خاص طور پر، انٹرنیٹ کی حیثیت ایسی ہوگئی ہے جیسے جسم انسان کے لئے رگوں کی ہوتی ہے کہ ان کی صحت پر جسم کی صحت کا اور ان کے مرض پر جسم کے مرض کا دارومدار رہتا ہے۔

وقت کا پرداز بتلا رہا ہے کہ مستقبل میں دینی مسائل واستفتاء اور عالم دنیا اور عالم غیب کے بارے میں عقائد سے متعلق سوالات کے مخاطب مفتیان کرام سے زیادہ کمپیوٹر اور انٹرنیٹ ہی ہوں گے جس کا اندازہ امریکہ میں اس قسم کے افسوس ناک واقعات سے کیا جاسکتا ہے کہ انتقال کر جانے والوں کے ایصال ثواب کے لیے دین سے یکسر بے بہرہ بعض افراد نے اپنی مصروفیات کی وجہ سے ٹیپ ریکارڈ میں کسی حافظ کا پڑھا ہوا قرآن کریم لگا دیا اور ختم ہونے پر ایصال ثواب کی دعاء کر کے تلاوت کے نام پر بلائے ہوئے لوگوں کو کھانا کھلا دیا۔

نیز یہ مستند اطلاعات بھی نہایت تشویشناک ہیں کہ جامع ازہر قاہرہ (مصر) کے سینٹر فار اسلامک اکانومی کے ڈائرکٹر جنرل کے بیان کے مطابق ''انٹرنیٹ پر ایسے ستائیس پروگرام اب تک علم میں آچکے ہیں کہ جو اسلام کے برخلاف نفرت انگیز مہم چلا رہے ہیں جس کی شدت کو سمجھنے کے لئے یہ وضاحت کافی ہوگی کہ امریکہ میں 1997ء میں اسلام دشمن عیسائیوں نے اسلام کو از راہ دشمنی تلوار قرار دے کر اس کے مقابلے پر ''قلم'' کے نام سے ایک ''فورم'' تشکیل کیا جو ''انکشاف حقیقت'' کے عنوان سے انگلش، عربی، فرانسیسی اور ہسپانوی جیسی انٹرنیشنل زبانوں میں انٹرنیٹ پر اسلام کے خلاف انتہائی زہریلا اور جھوٹا مواد پیش کر رہا ہے جس کے زہریلے عنوانات یہ ہیں۔ ''اسلام کے مخفی چہرے کی نقاب کشائی اسلام کے بارے میں حقائق اور جعل سازیاں'' حقائق حیات قرآن کی نظر میں ہیبت ناک تعلیمات'' اور'' کیا آپ کسی مسلمان کی بیوی بننا پسند کریں گی؟''

عیسائیت کی اسلام دشمنی میں اخلاق وانسانیت باختگی کی اس سے بڑی مثال اور کیا ہوسکتی ہے کہ قرآن کریم کا یہ چیلنج کہ فصحاء اور بلغاء عرب جن کو اپنی زبان کی فصاحت وبلاغت پر حد سے بڑھا ہوا ناز تھا کہ غیر عرب کو اپنے مقابلے پر وہ عجم یعنی گونگا کہتے تھے، ہزار دشمنی کے باوجود وہ اس چیلنج کو قبول نہ کر سکے لیکن عیسائی دشمنان اسلام کی حواس باختگی اس سے ظاہر ہے کہ انھوں نے قرآنی چیلنج ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورة من مثله (اگر اس کلام میں کہ جو ہم نے اپنے بندے (رسول) پر اُتارا ہے تمھیں شک ہے تو تم اس جیسی ایک سورت ہی بنالاؤ) کو قبول کرنے کا جاہلانہ اعلان کیا اور اس کے مقابلے پر نہایت نامعقول چار سورتیں اس دعوئی کے ساتھ پیش کیں کہ قرآن کا چیلنج قبول کرلیا گیا اور ان کے نام بھی الایمان'' ''التجسد'' اور ''المسلمین'' رکھ کر فریب کاری کی گئی اگرچہ مسلمانوں کے شدید احتجاج پر یہ پروگرام بند ہوگئے مگر بعض دوسرے دشمن سینٹر اپنی باطل پسند فطرت خبیثہ کی وجہ سے اب تک اس قبیح وذلیل حرکت سے باز نہیں آئے۔ اس بارے میں دو رائیں نہیں ہوسکتیں کہ انٹرنیٹ پر اسلام دشمنی کا مقابلہ زبان سے تو کیا آج کے پرنٹ میڈیا سے بھی کما حقہ ممکن نہیں ہے۔ وقت کے اس وحشت ناک چیلنج کا مقابلہ درج ذیل طریقوں سے انٹرنیٹ ہی کے ذریعہ ہوسکتا ہے۔

(۱) جامعات ومدارس اسلامیہ انٹرنیٹ ورک جو انٹرنیٹ کی سب سے زیادہ استعمال کی جانے والی سروس ہے اس کے ذریعہ اصل حقائق اسلامیہ کو مؤثر تعبیر میں پیش کر کے اس اسلام دشمنی کا صرف توڑ ہی نہ کریں بلکہ مد مقابل دشمنان اسلام پر ان کی دینی، اخلاقی، تہذیبی اور تمدنی بنیادوں پر وہ جو مذہب کا نام لے کر ذلت ناک طریقے پر خود اپنے مذہب کو سربازار رسوا کر رہے ہیں ان انسانیت باختہ طبقات سے دوسرے مذاہب کو عام طور پر اور دین فطرت اسلام کو خاص طور پر ہرگز کسی ادنی سچائی کی توقع ہونی ہی نہیں چاہیے یہ وہ واحد طریقہ ہے کہ جو مخالفین اسلام سے اقدامی موقف چھین کر انھیں دفاعی موقف پر پہنچا سکتا ہے اور دشمن سے انتقام کا یہ وہ معقول ومتعین راستہ ہے کہ جو نہ کبھی ناکامی سے دوچار ہوتا ہے اور نہ اعتراض کا ہدف بنتا ہے، یہ بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ ان کی اسلام دشمنی میں یہ خوف وخطرہ بھی شامل ہے کہ اسلام ہی دنیا کا وہ واحد دین ہے جو ہر تہذیب وتمدن کو صالح رہنمائی دے کر انتہائی متانت ومعقولیت کے ساتھ اپنا تا رہا ہے کیونکہ اسلام بذات خود کسی مخصوص تہذیب وتمدن یا زبان وکلچر کا مؤید نہیں ہے یہ اللہ کا سچا اور مطابق فطرت دین ہر دائرہ حیات انسانی کے لئے وہ فطری اصول لے کر آیا ہے کہ ان کو اپنانے کے نتیجہ میں ہر تمدن وتہذیب اور ہر زبان وکلچر اور ہر معاشرت ومعیشت پر اسلامی ہونے کا برمحل اطلاق کیا جاسکتا ہے اور اسلام کی یہ وہ خصوصیت ہے کہ جو اس کی عالم گیری پر ایک ناقابل تردید دلیل کے طور پر پیش کی جاسکتی ہے۔

(۲) جامعات ومدارس اسلامیہ کا دوسرا اہم فریضہ یہ ہے کہ ذمہ دار حضرات اپنے انٹرنیشنل نیٹ ورک پر اپنے طلبہ کو متعصب مخالفین اسلام کے قائم کردہ فورمس'' کے نیٹ ورک سے اسلام کے خلاف جھوٹی اور نفرت انگیز مہم کے تفصیلی نقاط اور ان کے دندان شکن مدلل جوابات ہی صرف ذہن نشین نہ کرائیں بلکہ صحیح حوالہ جات کے ساتھ معترضین کے پرواز کے مطابق ان کا اپنے دین ومذہب کو دنیا سازی اور سیاست بازی کا انتہائی بددیانتی سے حیلہ بنانے کا پردہ چاک کرنے کی ٹریننگ بھی دیں۔

(۳) انگلش عربی اور اردو عالمی زبانوں میں ایسے ویب پیجز تیار کر کے جامعات ومدارس کو فراہم کئے جائیں جن میں اسلامی عقائد وعبادات اور معاملات وتجارت کے علاوہ نئی نسل کے ذہنوں میں آج کے مادی فروغ اور سائنسی تجربات وترقیات سے پیدا ہونے والے شبہات واعتراضات کے مدلل جوابات بھی ہوں اور دنیائے اسلام کو انٹرنیٹ کی راہ سے پیش آسکنے والے خطرات اور ان سے تحفظ کے رہنما دینی مشوروں سے بھی تابحد امکان ان کو مطلع کیا جائے۔

(۴) ایسے ویب پیجز (Web Pagese) کا بھی جامعات ومدارس کے لئے انتظام کیا جائے کہ نئی نسل خاص طور پر اور عام مسلمان عام طور پر زندگی کے ہر دائرے میں پیش آنے والے واقعات کے بارے میں علماء کرام سے ان پیجز پر شرعی رہنمائی آسانی کے ساتھ حاصل کر سکیں۔

(۵) جامعات ومدارس میں ایسے ویب پیجز کا موجود رہنا بھی ضروری ہے کہ جن میں وقت کے پیدا کردہ چلتے ہوئے موضوعات پر ہر وقت ''مذاکروں کا انتظام ممکن ہو۔ ان مراحل ضروریہ کو کامیابی کے ساتھ سر کرنے میں یہ امر بطور خاص ملحوظ رہنا ضروری ہے کہ فی الوقت ملک کے تمام جامعات ومدارس اسلامیہ انٹر نیٹ کی تعلیمی واصلاحی نوعیت کے استعمال سے بھی پورے طور پر واقف نہیں ہیں اور بطور خود مالی طور پر بھی واقفیت حاصل کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے اس لئے جامعات ومدارس پر اتنا ہی بوجھ ڈالا جائے جتنے کا وہ تحمل کر سکیں اور مذکورہ عظیم وعالمگیر اقدامی اور دفاعی مقاصد کی تکمیل کے لئے وہ دین پسند اور جدید ٹکنالوجی سے واقف حضرات آگے بڑھیں اور ارباب دولت وثروت کے تعاون سے مدارس وجامعات اسلامیہ کو عصر جدید کی انتہائی ترقی یافتہ ٹکنالوجی کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کے ذریعہ اس عظیم دینی خدمت کا موقعہ مرحمت فرما کر ممنون وشکر گزار فرمائیں۔ وفقنا الله وایاکم لخدمة الاسلام والمسلمین۔

دل کی دولت مندی

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگو! دولت مندی بہت سے ساز وسامان کا نام نہیں ہے۔ اصل دولت مندی دل کی دولت مندی ہے، بلا شبہ اللہ تعالی بندے کو اتنی ہی روزی دیتا ہے جتنی اس کے لئے پہلے سے لکھ دی گئی ہے، اس لئے تم اسے خوش اسلوبی سے حاصل کرو، جو حلال ہو اسے لے لو اور جو حرام ہو، اسے چھوڑ دو۔ (رواہ ابو یعلی واسنادہ حسن)

جب کوئی انسان مال ودولت کی حرص وہوس میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اس کو سکون قلب میسر نہیں ہوتا ہے، رات دن روپے پیسے حاصل کرنے کی جتن میں لگا رہتا ہے اور بسا اوقات اس سے حلال وحرام کی تمیز بھی ختم ہو جاتی ہے، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے اس کو مثال سے اس طرح سمجھایا کہ دنیا کا ساز وسامان پانی کے مانند ہے اور اس میں انسان کا قلب ایک کشتی کی طرح ہے پانی جب تک کشتی کے نیچے اور ارد گرد رہے تو کشتی کے لئے مفید اور معین ہے اور اس کے مقصد وجود کو پورا کرنے والا ہے اور اگر پانی کشتی کے اندر داخل ہو جائے تو یہی کشتی کی غرقابی اور ہلاکت کا سامان ہو جاتا ہے، اسی طرح دنیا کے مال ومتاع جب تک انسان کے دل میں غلبہ نہ پالیں اس کے لئے دین ودنیا میں معین ومددگار ہیں اور جس وقت اس کے دل پر چھا جائیں تو دل کی ہلاکت ہیں (معارف القرآن ج ۲)

اسی لئے حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ دولت مندی بہت سے ساز وسامان کا نام نہیں ہے، نہ ہی مالی ہوس کا سکون مال کی زیادتی میں ہے، بلکہ اصل دولت مندی دل کی دولت مندی ہے کہ انسان قناعت پسند ہوجائے اور رزق حلال کی تلاش میں لگا رہے محنت ومزدوری کرے، صبر واستقامت کے ساتھ، ذرائع ووسائل اختیار کرے اور اللہ سے کشادگی رزق کا طلبگار رہے، روزی جتنی پاک وصاف اور ہر قسم کے شک وشبہ سے محفوظ رہے گی اس کا باطن بھی اسی قدر صاف وشفاف رہے گا، اس لئے حلال وطیب مال کو تلاش کرتے رہیں۔ اور اللہ پر بھروسہ رکھیں کہ اس نے جتنی رزق مقدر کر دی ہے وہ اس کو مل کر رہے گی، ترمذی شریف کی ایک روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کا مقصود ومراد دنیا ہی ہو اور اس دنیا کا بھی کوئی مخصوص نشانہ نہ ہو اور وہ اسی مخصوص نشانہ پر توجہ اور نظر رکھتا ہو تو اللہ تعالی اس پر تنگدستی مسلط کر دیتا ہے اور اس کے حالات کو پراگندہ ومنتشر کر دیتا ہے، اور اسے دنیا میں سے اس سے زیادہ کچھ نہیں ملتا جتنا اس کے لئے پہلے سے لکھ دیا گیا ہے، اور جس کی تمنا اور مراد آخرت ہو اور اعمال آخرت میں سے اس کا کوئی مخصوص نشانہ ہو اور اسی مخصوص نشانہ پر توجہ اور نظر رکھتا ہو تو اللہ تعالی اس کے دل میں غنی اور تونگری پیدا کر دیتا ہے اور اس کے حالات کو معتدل بنا دیتا ہے اور دنیا اس کے پاس ذلیل ہو کر چلی آتی ہے، (روہ انس) اس لئے جو لوگ اعتدال پسندی کی زندگی گزارتے ہیں وہ کبھی پریشان نہیں ہوتے اور جو لوگ اس کے لئے دیوانہ وار پھرتے رہتے ہیں ان میں اکثر ناکام ونامراد ہوتے ہیں، حدیث پاک میں انہیں باتوں کی طرف اشارہ کیا گیا کہ اللہ نے جو رزق مقدر کر دی ہے، وہ مل کر رہے گی بہت زیادہ کی جستجو میں رہ کر آخرت کو فراموش کر دینا مومنانہ شان کے خلاف ہے۔ (ماخوذ)

Scanned with CamScanner

انکساری اور تواضع اختیار کیجئے

مفتی محمد سلمان منصور پوری

اللہ کے خاص بندوں کی صفات میں سب سے اہم صفت تواضع وانکساری ہے، یعنی آدمی خود اپنی بڑائی کا متمنی نہ رہے اور دل سے اپنے آپ کو کم تر سمجھتا رہے، اور اپنی چال ڈھال، رہن سہن اور برتاؤ سے ہروقت عاجزی کا مظاہرہ کرتا رہے۔ ایسا شخص اللہ تعالیٰ کا پیارا بندہ بن جاتا ہے، اسی لئے ایسے بندوں کی صفات بیان کرتے ہوئے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا: وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا (الفرقان:63) اور رحمٰن کے (خاص) بندے وہ ہیں جو زمین پر دبے پاؤں چلتے ہیں۔

واضح ہو کہ تواضع کا تعلق اصل میں دل کی کیفیت اور جذبات سے ہے، لیکن اس کے اثرات آدمی کے ظاہری برتاؤ سے نمایاں ہوتے ہیں، پس اتراہٹ والی چال آدمی کے متکبر اور مغرور ہونے کا پتہ دیتی ہے، جب کہ مسکنت اور عاجزی والا انداز اس کی دلی مسکنت اور تواضع پر دلیل بنتا ہے۔ اسی لئے سورۃ لقمان میں حضرت لقمان حکیم کی اپنے بیٹے کو نصیحتوں کے ضمن میں ایک جملہ یہ بھی آیا ہے کہ: (وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ (لقمان:19) یعنی اے بیٹے! اپنی چال درمیانی رکھا کرو۔ اس کی تفسیر فرماتے ہوئے حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ اس سے مراد متواضعانہ چال ڈھال ہے۔ (روح المعانی ۱۳۸/۲۱) اسی طرح مذکورہ آیت میں دبے پاؤں چلنے سے مراد بھی تواضع وانکساری کا اظہار ہے، پس جو شخص بھی متواضع ہوگا وہ کبھی بھی لوگوں کے سامنے اکڑ کر نہیں چلے گا؛ بلکہ اس کو دیکھ کر لوگ اندازہ لگالیں گے کہ یہ آدمی نرم خو اور متواضع ہے، اور ایسی ادا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ حضرت عیاض بن حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی بھیجی ہے کہ عاجزی اختیار کرو تا آں کہ کوئی شخص دوسرے کے مقابلہ میں نہ تو فخر کرے اور نہ ظلم کرے۔ (صحیح مسلم) روایت ہے کہ سیدنا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک دن منبر پر خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: اے لوگو! تواضع اختیار کرو؛ اس لئے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: جو شخص اللہ کے لئے عاجزی کرے تو اللہ تعالیٰ اسے سربلندی سے نوازتے ہیں، پس وہ شخص اپنی نظر میں کمتر ہوتا ہے، لیکن لوگوں کی نظر میں برتر ہوجاتا ہے (اس کے برخلاف) جو شخص تکبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے ذلیل فرمادیتے ہیں تو وہ لوگوں کی نظر میں کم تر ہوجاتا ہے حالانکہ وہ خود اپنے کو برتر سمجھتا ہے حتی کہ وہ لوگوں کی نگاہ میں کتے اور خنزیر سے بدتر ہوجاتا ہے۔ (شعب الایمان)

خادم رسول سیدنا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پیغمبر علیہ السلام بیماروں کی مزاج پرسی فرماتے، جنازہ میں شرکت فرماتے اور غلام کی دعوت بھی قبول فرمالیتے۔ اور (ضرورت پڑنے پر دوسرے کو پیچھے بٹھاکر گدھے کی سواری میں بھی عار نہ محسوس فرماتے۔ غزوہ خیبر اور غزوہ بنی قریظہ میں آپ ایسے گھوڑے پر سوار تھے جس کی نکیل کھجور کی رسی کی تھی، اور اُس پر کھجور کی چھال سے بنی ہوئی کاٹھی تھی۔ (شعب الایمان ۲۹۰/۲) سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر بے تکلف بیٹھ جاتے، اور زمین پر بیٹھ کر کھانا نوش فرماتے اور بکریوں کو خود باندھ دیتے اور غلام کی دعوت بھی قبول فرمالیتے تھے۔ (شعب الایمان ۲۹۰/۱) یہ سب باتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ ترین تواضع کی روشن دلیل تھیں کہ ہر کمال سے متصف ہونے کے باوجود آپ کی حیات طیبہ ان تکلفات سے قطعاً خالی تھی جو نام نہاد بڑے لوگوں میں پائے جاتے ہیں۔

خلفاء راشدین صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع: خلیفہ اول سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ بننے سے پہلے تک محلہ والوں کی بکریوں کا دودھ دوہا کرتے تھے۔ جب آپ خلیفہ بن گئے تو محلہ کی ایک بچی نے کہا کہ اب ابوبکر ہمارے جانوروں کا دودھ کہاں نکالیں گے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا: کیوں نہیں؟ میں اب بھی تمہارے لئے دودھ دوہا کروں گا، اور مجھے امید ہے کہ میری نئی مصروفیت میرے کسی سابقہ اخلاق میں کوئی تبدیلی نہ کرے گی، چنانچہ آپ خلیفہ وقت ہونے کے باوجود محلّہ والوں کے لئے دودھ دوہا کرتے تھے۔ (العلم والعلما 146) امیر المؤمنین سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ امیر المؤمنین ہونے کے باوجود اون کا جبہ استعمال کرتے تھے جس میں چمڑے کے پیوند لگے ہوتے تھے اور اپنے کندھے پر کوڑا رکھے خود بازار میں گھومتے اور لوگوں کی (غلطیوں پر) سرزنش کرتے اور اگر کہیں کھجور کی گٹھلیاں یا سوت وغیرہ پڑا ہوا ملتا تو اسے اٹھا لیتے اور کسی گھر میں ڈال دیتے تاکہ وہ گھر والے اس سے فائدہ اٹھائیں۔ ایک مرتبہ لوگوں نے آپ کو دیکھا کہ اپنے کندھے پر مشک اٹھائے جارہے ہیں (لوگوں کے تعجب پر) آپ نے فرمایا کہ، میں نے اپنے نفس کو ذلیل کرنے کیلئے ایسا کیا کیونکہ مجھے عجب کا شبہ ہوگیا تھا''۔ (العلم والعلما163)

طارق بن شہاب کہتے ہیں کہ خلیفۃ المسلمین سیدنا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ "جب ملک شام تشریف لے گئے تو راستہ میں ایک نہر عبور کرنے کی ضرورت پیش آئی، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے تکلف اپنی سواری سے اتر گئے، اور موزے اُتار کر ہاتھ میں لے لئے اور اپنے اونٹ کی نکیل پکڑ کر نہر سے پار ہوگئے، یہ منظر دیکھ کر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ امیر المؤمنین! آج تو آپ نے بڑا حیرت ناک عمل کیا؟ (یعنی یہاں کے باشندے تو یہ تصور ہی نہیں کرسکتے کہ ملک کا بادشاہ اس طرح نہر کو پار کرے) تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینے پر انگلی چھوتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ابو عبیدہ! کاش کوئی اور یہ بات کہتا، اصل بات یہ ہے کہ تم لوگوں میں سب سے کمتر اور ذلیل تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے دین اسلام کے ذریعہ عزت بخشی پھر اب اسلام کے علاوہ میں اپنی عزت کیوں ڈھونڈ رہے ہو؟ (شعب الایمان ۶/ ۲۹۱) حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ وقت ہونے کے باوجود مسجد نبوی میں بے تکلف آرام کرتے ہوئے دیکھا ہے، جب آپ وہاں سے اٹھتے تو صحن کی کنکریوں کے نشانات آپ کے بدن پر ہوتے تھے تو ہم ان کی طرف اشارہ کرکے کہتے: ''یہ ہیں امیر المؤمنین! یہ ہیں امیر المومنین!''۔ (العلم والعلما (174) امیر المؤمنین سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بعض لوگوں نے دیکھا کہ آپ نے بازار سے گھر کے لئے گوشت خرید کر اپنی چادر میں رکھ لیا اور تشریف لے چلے، ساتھی نے کہا کہ لائیے! حضرت میں اسے اٹھالوں، آپ نے فرمایا: نہیں، گرہستی والا ہی اسے اٹھاکر لے جانے کا زیادہ حق دار ہے۔ (احیاء العلوم ۳(۲۱۴)

صحابہ کرام کے عبرت آموز کردار کی چند جھلکیاں: حضرت عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ ایندھن کا ایک گٹھر اٹھائے اپنے باغیچہ سے باہر نکلے، لوگ انہیں دیکھ کر بولے کہ: حضرت! آپ یہ کام اپنے کسی لڑکے یا غلام سے لے لیتے، تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ: میں اپنے دل کو آزمارہا ہوں کہ یہ عمل مجھے برا تو نہیں لگتا، (یعنی اگر نفس پر شاق ہوگا تو تواضع کے خلاف ہوگا)۔ (شعب الایمان، کتاب الزہد) خانوادہ نبوت کے چشم وچراغ سیدنا علی ابن الحسین زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کی جب وفات ہوئی تو آپ کو غسل دینے والوں نے آپ کی کمر مبارک پر کالے کالے گٹے دیکھے تو گھر والوں سے پوچھا کہ یہ کیسے نشانات ہیں؟ تو لوگوں نے بتایا کہ یہ ان آٹے کے تھیلوں کے نشانات ہیں جنہیں حضرت زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ رات کے وقت کمر پر لاد کر لے جاتے اور مدینہ منورہ کے فقیروں کو تقسیم فرمایا کرتے تھے (العلم والعلماء۲۷۴)

خلیفہ راشد سیدنا حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص رات میں مہمان ہوا، آپ چراغ کی روشنی میں کچھ لکھ رہے تھے اتنے میں چراغ بجھنے لگا، مہمان نے کہا کہ: لائیے! میں اسے ٹھیک کردوں (یعنی اس میں تیل وغیرہ ڈال دوں) حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ: ''مہمان سے خدمت لینا اچھی بات نہیں ہے، مہمان نے عرض کیا کہ حضرت! پھر کسی غلام کو آواز دیں، وہ چراغ درست کرلائے گا، آپ نے فرمایا کہ نہیں، وہ ابھی تو سویا ہے (اس کی نیند کچی ہے) پھر آپ خود اٹھے اور شیشی سے تیل نکال کر چراغ میں ڈالا، (اور اسے درست کیا) مہمان نے تعجب سے کہا کہ اے امیر المؤمنین! آپ نے خود ہی یہ زحمت اٹھائی، اس پر حضرت عمر ابن عبدالعزیز نے جواب دیا کہ ''جب میں گیا تو بھی عمر ہی تھا، اور لوٹا تو بھی عمر ہی رہا، میرے اندر کوئی کمی تو نہیں ہوئی، اور سب سے اچھا آدمی وہ ہے جو اللہ کے نزدیک متواضع ہو''۔ (احیاء العلوم ۳/۲۱۴)

کتاب زندگی کو نظر انداز نہ کیجئے

پیغمبر کہیں گے کہ۔ اے میرے رب! میری قوم نے اس قرآن کو بالکل نظر انداز کردیا تھا (فرقان ۳۰)

قرآن مجید خالق کائنات کا وہ سدا بہار دائمی، عالمی اور انقلابی پیغام حیات ہے، جو کتاب ہدایت بھی ہے اور کتاب زندگی بھی، جس کا دنیا نے مشاہدہ کرلیا کہ اس نے نوع انسانی کے افکار ونظریات، اخلاقی تہذیب اور طرز زندگی پر اتنی وسعت، اتنی گہرائی اور اتنی ہمہ گیری کے ساتھ اثر ڈالا جس کی کوئی نظیر نہیں ملتی، اس کی تاثیر نے ایک قوم کو بدلا، پھر اس قوم نے اٹھ کر دنیا کے ایک بڑے حصے کو بدل ڈالا عمل کی دنیا میں اس کے ایک ایک لفظ نے خیالات کی تشکیل اور مستقل تہذیب کی تعمیر کی، دنیا کے تمام دستور اور قوانین میں کچھ نہ کچھ جھول اور خامیاں پائی جاتی ہیں، اس لئے وہ وقت اور حالات کے مطابق بدلتے رہتے ہیں لیکن قرآن کریم یہ وہ دستور کی کتاب ہے جس میں شمہ برابر کمزوری نہیں، موجودہ سائنسی دور میں دنیا کے مذاہب اور ان کے رہنماؤں نے اپنے نظریات بدل دئے، فلسفہ کی تھیوری موسم اور حالات کے تناظر میں ادلتی بدلتی رہی لیکن قرآن کریم کی کسی بات میں ادنی درجہ کا فرق نہیں آیا، بلکہ اس نے انسانی زندگی میں جو اخلاقی، روحانی، سیاسی اور تمدنی انقلاب برپا کیا، تاریخ عالم میں اس کی کوئی نظیر ومثال نہیں ملتی اور یہی اس کے نزول کا بنیادی مقصد ہے، اور جو لوگ اس کے معانی ومطالب پر غور وفکر کرتے ہیں وہ اس راز کو سمجھتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کا پڑھنا، سمجھنا اور پھیلانا سب موجب سعادت اور باعث برکت ہے، مگر ستم ظریفی کہئے کہ اس امت کا قرآن مجید سے رشتہ کمزور پڑتا جارہا ہے، نہ ہی ہم اس کی تلاوت کی پابندی کرتے ہیں اور نہ ہی اس سے پورے طور پر مکمل استفادہ کرتے ہیں، ہمارے گھر تعلیمی ادارے، معاشرہ اور تہذیب و ثقافت میں غیر اسلامی عناصر اس طرح داخل ہوتے جارہے ہیں کہ ایسا لگتا ہے کہ دین کی روح اور اس کی شعاع مدہم پڑتی جارہی ہے، جب مسلمان خود اپنے مسائل کا حل قرآن مجید میں تلاش نہ کریں اور اس کو عملی نمونہ نہ بنائیں گے تو غیروں سے شکوہ کرنے سے کوئی فائدہ نہیں، اس لئے جب قیامت قائم ہوگی اور حساب وکتاب کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عدالت لگے گی تو ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے کہ اے میرے رب میری قوم نے قرآن چھوڑ دیا تھا وہ قرآن کو عقیدہ مانتے تھے مگر عملی زندگی میں اس کو نافذ نہیں کرتے۔ علامہ شبیر احمد عثمانی نے اپنی تفسیر میں آیت کے ذیل میں لکھا ہے کہ آیت میں اگر چہ ذکر صرف کافروں کا ہے، تاہم قرآن مجید کی تصدیق نہ کرنا، اس میں تدبر نہ کرنا اس کی تلاوت نہ کرنا، اس کی تصحیح قرآت کی طرف توجہ نہ کرنا، اس سے اعراض کرکے دوسرے لغویات یا حقیر چیزوں کی طرف متوجہ ہونا، یہ سب صورتیں درجہ بدرجہ ہجران قرآن کے تحت داخل ہوسکتی ہیں۔ اس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ قرآن کریم کی تلاوت کا معمول بنائے اور اس کے معانی ومفاہیم پر غور وفکر کرنے کی عادت ڈالے۔ (ماخوذ)

Scanned with CamScanner

اردو زبان وادب کی تشکیل میں صوفیاء کرام کا حصہ

مولانا محمد خالد فیصل ندوی

اہل اللہ صوفیاء کرام کو اللہ عز وجل نے بڑی قوت وتاثیر عطا فرمائی ہے، وہ جو کچھ کرتے ہیں اللہ کے لئے کرتے ہیں اور اللہ کے بندوں کو فائدہ پہونچانے کی غرض سے کرتے ہیں، وہ اخلاق وکردار کو سنوارتے بھی ہیں اور سیرت وصلاحیت کو مجلی وصیقل بھی کرتے ہیں، وہ جہاں ایک طرف باطنی نجاستوں سے پاکی کا سامان فراہم کرتے ہیں وہیں ظاہری دلکشی ورعنائی سے اغماض بھی نہیں برتتے، ان کا قلب مجلی ومصفی ہوتا ہے، ان کا باطن بے داغ ہوتا ہے، وہ ہر ایک کے دل سے قریب ہوتے ہیں اور دل تک پہنچنے کے لئے زبان ایک اہم کردار ادا کرتی ہے، اس لئے وہ عوام کی زبان سے بھی قریب ہوتے ہیں اور رفتہ رفتہ ان کے وجود پر چھا جاتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ امراء بلکہ حکومتوں اور بادشاہوں سے بھی وہ کام نہیں ہوسکتا جو فقیر اور درویش کر گزرتے ہیں، بادشاہ کا دربار خاص ہوتا ہے اور فقیر کا دربار عام ہے، جہاں بڑے وچھوٹے، امیر وغریب، عالم وجاہل کا کوئی امتیاز نہیں ہوتا، بادشاہ جان ومال کا مالک ہوتا ہے، لیکن فقیر کا قبضہ دلوں پر ہوتا ہے اور اسی لئے اس کا اثر محسوس ہوتا ہے اور یہی سبب ہے کہ درویش کو وہ قوت واقتدار حاصل ہوجاتا ہے کہ بڑے بڑے بادشاہوں کو بھی اس کے سامنے سر جھکانا پڑتا ہے، دل ان کی طرف کھینچتے چلے جاتے ہیں، وہ دلوں پر حکمرانی کرتے ہیں اور دلوں کو ہاتھ میں لینے کے لئے سب سے پہلے ہم زبانی لازم ہے، ہم زبانی کے بعد ہم خیالی پیدا ہوتی ہے، اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ اصفیاء نے ہندوستان کی سرزمین پر دور دراز خطوں سے، سر بفلک پہاڑوں کو طے کرتے ہوئے ریگستانوں اور مرغزاروں سے گزرتے ہوئے جہاں کہیں بھی ہندوستان کے طول وعرض میں طرح اقامت ڈالی تو انہیں وہاں کی عام زبان میں کلام کرنے میں کوئی توحش نہیں پیدا ہوا، بلکہ وہ وہاں کی تہذیب وثقافت اور زبان کو بھی کوثر وتسنیم سے دھوکر پیش کرنے کی کوشش کرتے رہے اور اسی طرح ان کی آمد کے نتیجہ میں ایک نئی تہذیب، ایک نئی ثقافت کی جہاں داغ بیل پڑی وہیں ایک نئی زبان کو بھی پھلنے پھولنے کا موقع بہم پہونچا۔

اصفیاء کی مجلسوں نے اردو زبان وادب کی تشکیل میں نمایاں کردار ادا کیا ہے اس لئے کہ ان کی مجلس عام ہوتی ہیں، ان کی خانقاہوں میں امیر وغریب سبھی بار پاتے ہیں، خواص سے زیادہ عوام ان کی طرف جھکتے اور ان کی زیارت وصحبت کو موجب برکت سمجھتے، یہی وجہ ہے کہ تلقین کے لئے انہوں نے جہاں اور طریقے اختیار کئے ان میں سب سے مقدم یہ تھا کہ اس خطے کی زبان سیکھیں تاکہ اپنا پیغام عوام تک پہونچا سکیں، چنانچہ جتنے اولیاء اللہ سرزمین ہند میں آئے یا یہاں پیدا ہوئے وہ باوجود عالم وفاضل ہونے کے خواص کو چھوڑ کر عوام سے انہی کی بولی میں بات چیت کرتے اور تعلیم وتلقین فرماتے، اس طرح ایک نئی زبان کا قالب تیار ہوا۔

شیخ حمید الدین ناگوری: خزانہ رحمت میں لکھا ہے کہ ایک روز شیخ حمید الدین ناگوری (ولادت ۱۱۹۳ء اور سن وفات ۱۲۷۳ء) فقر وفاقہ سے تنگ آکر اپنی ماں کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اپنے فرزند کے حق میں فراخیٔ معاش کی دعا فرمادیں، انہوں نے فرمایا کہ ماں اپنے فرزند کے حق میں فراخیٔ معاش نہیں چاہتی اگر تم فراخیٔ معاش چاہتے ہو تو اپنے باپ سے کہو، چنانچہ یہ باپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہی عرض کیا، والد نے فرمایا، ہاں بابا کچھ کچھ، انہوں نے ماں کے پاس حاضر ہوکر کہا کہ حضرت والد نے یہ فرمایا ہے، والدہ نے کہا بابا تم اپنا گھر الگ بنالو پھر دیکھو کیا ہوتا ہے، اتنی دولت آئیگی کہ سمیٹتے نہ بنے گی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان بزرگوں کے گھروں میں بھی اس زمانے میں ہندی بول چال شروع ہوگئی تھی اور "ہاں بابا کچھ کچھ" سے اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ وہ زبان جسے ہندی کہتے تھے اور جو باوجود تغیر وتبدل کے کچھ مدت قبل تک ہندی کہلاتی رہی ہے اور اب اردو کے نام سے موسوم ہے، اس کی داغ بیل انہیں اصفیاء کی مرہون منت ہے۔

امیر خسرو: سلطان الاولیاء شیخ نظام الدین (ولادت ۱۲۳۶ء، وفات ۱۳۲۴ء) سلسلۂ چشتیہ کے عجب صاحب کمال، وسیع المشرب، صاحب دل اور صاحب ذوق بزرگ گذرے ہیں، ہر ملت ومشرب کے لوگ ان کے یہاں حاضر ہوتے اور ان کے عرفان سے فیض پاتے، امیر خسرو کو بھی سلطان الاولیاء ہی کے دربار سے فیض پہونچا تھا اور ان کے خاص مریدوں میں سے تھے اور اکثر ان کے نغموں سے محظوظ ہوتے تھے، ان کے بارے میں صاحب گل رعنا رقم طراز ہیں: "امیر خسرو نے جن کی طبیعت اختراع میں اعلیٰ درجہ صفت وایجاد رکھتی تھی، ملک سخن میں برج بھاشا کی ترکیب سے انشاء پردازی کا ایک طلسم خانہ کھولا، مکرتی، انمل، دوسخنی قسم قسم کے گیت اور پہیلیاں خاص ان کے آئینہ کمال کا جوہر ہیں، خالق باری کو بھی انہی کے طبع رسا کا نتیجہ سمجھو، اس حیثیت سے اس کو اردو نظم کی داغ بیل قرار دینا ایک حد تک ٹھیک ہے۔ (گل رعنا از مقدمہ، ص:٦)

امیر خسرو نے موسیقی میں جو مہارت دکھائی ہے، فارسی اور ہندی موسیقی کو ملایا ہے اور زیادہ تر غالبًا یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ہندی نظمیں اور دوہے لکھے افسوس ان کا ہندی کلام دستیاب نہیں، تذکروں میں کہیں کہیں بعض چیزیں مل جاتی ہیں، میر تقی میر نے اپنے تذکرۂ نکات الشعراء میں ان کا یہ قطعہ لکھا ہے۔

زر گر پسر ہے چوں ماہ پارا — کچھ گھڑیے، سنواریے پکارا
نقد دل گرفت وبشکت — پھر کچھ نہ گھڑا نہ کچھ سنوارا

حقیقت میں ریختہ اس کا نام ہے، جس میں فارسی ہندی دونوں ملی ہوئی ہیں اور یہیں سے اردو کی ابتدا ہوتی ہے۔ (اردو کی ابتدائی نشو ونما میں صوفیاء کا کام، ص:۱٦)

ایک مشہور غزل ریختے کی ان کے نام سے تذکروں میں ملتی ہے، جس کے چند اشعار یہ ہیں:

زحال مسکیں مکن تغافل دورائے نیناں بنائے بتیاں
کہ تاب ہجراں ندارم اے جاں نہ لیہو کاہے لگائے چھتیاں
شان ہجراں دراز چوں زلف روز وصلش چوں عمر کوتاہ
سکھی پیاکوں جو میں نہ دیکھوں تو کیسے کاٹوں اندھیری رتیاں

صاحب گل رعنا کے مذکورہ بالا اقتباس سے بھی تاثر ملتا ہے کہ جس شخص نے اس زبان میں شاعری کی داغ بیل ڈالی وہ حضرت امیر خسرو ہیں، لیکن اس کی ابتدا اور نشو ونما میں کچھ اور بھی افراد ہیں جن کا تذکرہ کتابوں میں ملتا ہے، ہندی ادبیات مطبوعہ خدا بخش لائبریری کے صفحہ ۲۱ پر اس سلسلہ میں جو کچھ مذکور ہے وہ بھی قابل غور ہے اور اس سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اردو کے پیرہن کی تراش وخراش کچھ اور پہلے سے شروع ہوچکی تھی۔

تمام تذکرے متفق الالفاظ ہیں کہ مسعود سعد سلمان جو سلطنت غزنویہ کا مشہور شاعر گذرا ہے، مسلمانوں میں سب سے پہلے اس نے بھاشا زبان شروع کی اور یہ قصہ حضرت امیر خسرو سے دو سو برس پہلے کا ہے، مسعود سعد سلمان کے بابت یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس نے ہندی میں ایک دیوان لکھا تھا، تذکرہ مجمع الفصحاء کی عبارت شاہد ہے۔

"الحاصل وے راسہ دیوان رتازی، ہندی، فارسی"

الغرض مسعود سعد سلمان اور امیر خسرو کے دیوان ناپید ہوگئے، لیکن انکے درمیانی دور کے بزرگوں کے دیسی بھاشاؤں میں مہارت کے کافی شواہد ملتے ہیں، حضرت فرید الدین مسعود شکر گنج (ولادت ۵۷۸ھ وفات ٦٦۷ھ) حضرت قطب الدین بختیار کاکی متوفی ۱۴ ربیع الاول ٦۳۲ھ کے مرید اور سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء متوفی ۷۲۴ھ کے پیر ومرشد تھے، بابا فرید کے نام سے مشہور ہیں ان کے اشعار پنجابی، ہندی اور فارسی میں ملتے ہیں، سکھوں کی مقدس کتاب سری گرو گرنتھ صاحب میں بابا فرید کے ۱۳۰ اشلوک اور چار شبد پائے جاتے ہیں جو بابا نانک کے ہم عصر شیخ ابراہیم کے ذریعہ دستیاب ہوئے تھے، قدیم بیاضوں میں بھی متفرق اشعار، مقولے، بانیاں، کافیاں، اذکار ہندوی ملتے ہیں، مخلوط زبان میں آپ کی ایک غزل کا مقطع یہ ہے۔

پند شکر گنج زدل وجاں شنو — ضائع مکن عمر کہ ہیہات ہے

چند دوسرے مصرعے یہ ہیں۔

بحر خداوند چہ سوغات ہے — نیک عمل کن کہ دے سات ہے

حضرت غوث گوالیاری نے جواہر خمسہ میں ان کے ہندی اذکار کو نقل کیا ہے، کچھ برجستہ مقولے بھی آپ کے ہم تک پہونچے ہیں، صاحب سیر الاولیاء لکھتے ہیں..... بابا فرید الدینؒ نے شیخ جمال الدین ہانسوی کے بیٹے مولانا برہان الدین صوفی کو صغر سنی میں مصلا عطا کیا، مادر موموناں یعنی خادمہ شیخ ہانسوی سے عرض داشت بزبان ہندوی خوجہ بالا ہے، اس پر حضرت بابا نے "فرمود بزبان ہندوی"، پونوں کا چاند بالا ہے، یعنی ماہ شب چہاردہم دراول، خوردی باشد کہ بتدریج بکمال رسد، ان فقروں میں "ہے" کا لفظ خاص کر جاذب توجہ ہے، اس لئے پراکرتی بھاشاؤں میں اس وقت اس کا وجود نہیں تھا۔

بابا فرید سے چار صفحہ کا ایک رسالہ بھی منسوب ہے جس میں یہ عبارت ملتی ہے۔

"جلی یاد کی کرنا، ہر گھڑی یک تل حضور سون ٹلنا نہیں، اٹھ بیٹھ بن پار سوں شاد رہنا، گواہ دار کو چھوڑ جلنا نہیں، پاک رکھو تون دلی کو غیر ستے، آج سائیں فرید کا آرتا ہے" قدیم قدیمی کے آرتے سین لازوال دولت کون پاڑتا ہے"۔

بزرگوں کے ملفوظات کا مکاتب جو کل فارسی زبان میں مسائل تصوف اذکار واشغال، توحید ومعرفت سے مملو رہتے ہیں، صوفیائے کرام کی لسانی خصوصیات وخدمات کے متعلق جو کچھ بھی تھوڑی روشنی ڈالتے ہیں، وہ بہت قابل قدر ودرخور اعتناء ہیں، خال خال اشاروں، الفاظ، مقولوں سے مترشح ہوتا ہے کہ فارسی کے علاوہ خطے کی زبان بھی یہ سمجھتے اور بولتے تھے، معلوم ہوتا ہے کہ گھر میں ہندی کا رواج ہو چلا تھا۔

بہار کے مشہور بزرگ ابو الفیض علاء قاضی شطاری نے اپنی نادر الوجود کتاب معدن الاسرار میں ایک جگہ لکھا ہے کہ حضرت سید جلال الحق بخاری قدس سرہ نے ایک شخص کے سوال کے جواب میں بزبان ہندی فرمودند، والحق راست گفتہ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہندوستان گیر صاف زبان کی داغ بیل چودہویں صدی کے قبل ہی پڑ چکی تھی اور بزرگوں کا ریختہ یا اردو کی تدریجی ارتقاء میں بڑا ہاتھ تھا۔

امیر خسرو کے ہم عصر بلکہ قدرے متاخر بہار کے وہ جلیل القدر صوفی بزرگ حضرت شرف الدین یحییٰ منیری ولادت ٦٦۱ھ وفات ۷۸۲ھ اور آپ کے اجل خلفاء ومرید حضرت مظفر شمس بلخی متوفی ۷۹۰ھ ہندوستانی نژاد تھے، اس لئے ہندوستانی بھاشا سے خوف واقف تھے، اس سے بڑی دلچسپی رکھتے تھے، مکتوبات مظفر بلخی ایک ضخیم کتاب ہے، جو زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئی، مکتوب ص:۱۲۱ کا موضوع ہے۔

ہر کہ زیستن نداند مردن ہم نداند — ہر کہ زیستن نداند مردن کے داند

اسی میں آگے چل کر لکھتے ہیں۔ "وقتیکہ کماچی پیش بندگی مخدوم جہاں (شرف الدین احمد بہاری) کمانچہ میزد وایں دوہرہ گفت"۔ ایکت لندی بھیدا بہوتر بہر کہ کائن ستا میں ٦ انجا مرن، تہتی نہائن، مخدوم راسخت گرفت بود، آبدیدہ کردند" حضرت کا اس دوہے سے اس قدر متاثر ہونا کہ آنسو ٹپک پڑے، بہت معنی خیز ہے۔

صوفیاء کرام نے اردو اور ہندی کی نشو ونما میں بڑی خدمات انجام دیں اور عہد بہ عہد نئے اضافے بھی کئے، اصطلاحات وتعبیرات کے ذریعہ جدت پیدا کی جس کو اردو زبان کا کوئی مورخ کبھی فراموش نہیں کرسکتا۔

Scanned with CamScanner

ہجومی تشدد میں حفاظت خوداختیاری کا طریقہ

امدادالحق بختیار

نئی حکومت کی تشکیل کے بعد سے ایک بار پھر ملک کے طول وعرض میں ہجومی تشدد (Mob-Lynching) کی وارداتوں میں اضافہ ہورہا ہے، تقریباً ہردودن میں کہیں نہ کہیں سے اس طرح کی دلخراش خبرآجاتی ہے، جس سے ایک طرف حکومت کی نااہلی، غیرذمہ داری اور مشکوک نیت کا پتہ چلتا ہے، تو وہیں پولیس اور انتظامیہ کے رویہ اور احساس ذمہ داری پر بھی سوالیہ نشانات لگتے ہیں؛ اس طرح کے واقعات سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ ملک اقلیتوں (Minorities) کے لیے غیرمحفوظ بنتا جارہا ہے، جیسا کہ بعض عالمی اداروں نے بھی اس حوالے سے اپنی تشویش کا اظہار کیا ہے؛ لہذا حکومت اور پولیس کو اس سلسلہ میں سنجیدگی کا مظاہرہ کرنے کی ضرورت ہے۔

شرپسند عناصر انسانیت اور ملک کے دشمن: کسی بھی مذہب میں کسی معصوم کی جان لینے کی اجازت نہیں ہے، لہذا تشدد اور نفرت کی راہ اختیار کرنے والے اور اس کے پھیلانے والے نہ صحیح ہندو ہوسکتے ہیں اور نہ سچے ہندوستانی؛ بلکہ یہ غیرسماجی، فسادی اور غنڈہ عناصر ہیں، جو اپنے مذہب کو بھی بدنام کررہے ہیں اور ملک کی بھی شبیہ خراب کررہے ہیں، ان کی اس طرح کی وارداتوں سے ملک دہشت، خوف، غنڈہ گردی، فساد، لوٹ مار اور لاقانونیت کا اڈہ بن جائے گا؛ اور یہ ہمارے ملک کے لیے شرم اور عار کی بات ہوگی، تشدد پسند عناصر (Violent Elements) ملک کے امن وامان اور سلامتی کے لیے خطرہ ہیں، یہ ملک کے وفادار تو دور، ملک کی ترقی میں رکاوٹ، اس کو نقصان پہنچانے والے ہیں، یہ نہ صرف انسانیت کے دشمن ہیں؛ بلکہ ملک کے بھی بدخواہ ہیں۔ ان عناصر کو سخت قوانین کے تحت لگام دینا اور کڑی سے کڑی سزا دینا ملک کے مفاد کے لیے بہت ضروری ہے۔ تاہم ہمارے ملک میں فرقہ پرستی، نفرت اور تشدد کی ذہنیت رکھنے والے عناصر مٹھی بھر سے زیادہ نہیں ہیں، اس وقت بھی ملکِ عزیز میں ایک بڑی تعداد انسانیت سے محبت رکھنے والے لوگوں کی ہے، جو اتحاد واتفاق اور بھائی چارگی میں یقین رکھتے ہیں۔ ہماری ایسے تمام حضرات سے گزارش ہے کہ ملک اور انسانیت سے محبت کا ثبوت دیتے ہوئے، اس طرح کی وارداتوں کے خلاف مضبوط آواز بلند کریں، یہ وقت کا اہم ترین تقاضہ ہے؛ ورنہ نفرت کے یہ پجاری صرف ایک کمیونٹی کے لیے خطرہ نہیں ہوں گے؛ بلکہ ان کے نفرتی ایجنڈے کے اثرات سے پورا ملک متاثر ہورہا ہے۔ کیوں کہ اگر کسی سماج میں ظلم کو انجام دینے والے عناصر تو ہوں؛ لیکن ان کو روکنے والا کوئی نہ ہو،، بربریت اور تشدد کا راستہ اختیار کرنے والے جرائم پیشہ لوگ تو ہوں؛ مگر ان کے جرائم کے خلاف مضبوط آواز اٹھانے والے افراد نہ ہوں، تو وہ سماج ظلم وبربریت کی آماجگاہ بن جائے گا اور عدل وانصاف کو وہاں سے ہمیشہ کے لئے رختِ سفر باندھنا ہوگا: اس لئے ضروری ہے کہ سماج کے اچھے لوگ ایسے انسانیت دشمن عناصر کو جڑ سے ختم کرنے کے لئے اجتماعی طور پر اٹھ کھڑے ہوں۔

حکومت اور پولیس کے کردار پر سوال؟ سالہا سال سے اس طرح کے تکلیف دہ واقعات ملک کے طول وعرض میں ہورہے ہیں؛ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان وارداتوں کو روکنے کے حوالے سے نہ اس ملک کی حکومت سنجیدہ ہے اور نہ اس کی پولیس، حکومت اگر چاہے تو ان آوارہ گرد اور قتل وخون کے سوداگروں کو ایک دن میں سبق سکھا سکتی ہے؛ لیکن یہ وارداتیں بجائے رکنے کے، حکومت اور پولیس کی ناک کے نیچے تیزی کے ساتھ اور کھلم کھلا انجام دی جارہی ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ ملک کی سالمیت کے ذمہ دار ادارے اپنی ذمہ داری کو صحیح طور پر انجام دینے میں یا تو ناکام ہیں، یا اس حوالے سے سنجیدہ نہیں ہیں۔

ہندوستانی قانون اور حفاظت خود اختیاری (Right Of Self-Defense) ظلم کو روکنے اور امن وامان کو باقی رکھنے کے پیش نظر دنیا کے تمام مذاہب اور جدید وقدیم تمام ملکی قوانین میں ''حفاظت خود اختیاری'' (Right Of Self-Defense) کے حق کو تسلیم کیا گیا ہے۔ ہندوستانی دستور کے مطابق یہاں رہنے والے ہرشہری کو اپنی جان ومال کی حفاظت اور دفاع کا حق ہے، چنانچہ آرٹیکل 21 کے مطابق: ''کسی بھی شخص کو اس کی زندگی یا ذاتی آزادی سے محروم نہیں کیا جائے گا سوائے قانون کے ذریعہ قائم کردہ طریقہ کار کے۔'' سپریم کورٹ نے بھی اپنے متعدد فیصلوں میں اس بات پر زور دیا ہے کہ اپنے دفاع کا حق ایک بنیادی حق ہے۔ ملک کے دستور کے مطابق ہرشہری کو اپنی جان ومال کی حفاظت اور دفاع کا حق ہے اور اپنے خاندان کے افراد کی حفاظت کا بھی حق ہے۔ قانون کی زبان میں اسے ''حفاظت خود اختیاری کا حق'' یا ''حقِ دفاع'' کہا جاتا ہے، یعنی اپنے دفاع کا حق۔ انڈین پینل کوڈ (آئی پی سی) کی دفعہ 96 تا 106 میں اپنے دفاع کے حق کا ذکر کیا گیا ہے۔ اپنے دفاع کے حق کے تحت آپ دوسرے شخص کو اتنا ہی نقصان پہنچا سکتے ہیں، جتنا وہ آپ کو پہنچانا چاہتا ہے۔ یہ آپ کے اپنے دفاع کا حق سمجھا جائے گا۔ (آئی پی سی) کی دفعہ 96 کے مطابق ذاتی دفاع کے حق کے استعمال میں انجام دیا جانے والا کوئی بھی عمل جرم کے دائرے میں نہیں آتا۔

اسلام اور حفاظت خود اختیاری کی تاکید: شریعت اسلامیہ نے نہ صرف یہ کہ اپنی جان ومال کی حفاظت کی تاکید کی ہے؛ بلکہ اسے لازم اور ضروری قرار دیا ہے؛ تو اسلامی نقطۂ نظر سے حفاظت خود اختیاری نہ صرف انسان کا حق اور اختیاری عمل ہے؛ بلکہ یہ ایک شرعی اور دینی فریضہ بھی ہے؛ لہذا ایک مسلمان کے لیے ضروری اور شرعاً واجب ہے کہ وہ اس حوالے سے سنجیدہ اور عملی کوشش کرے۔

اسلام امن وسلامتی کا علم بردار ہے؛ لیکن اس سے مراد وہ امن وسلامتی ہے، جو عدل وانصاف کی بنیاد پر ہو، جس میں سماج کے ہر طبقہ کے حقوق کی ضمانت ہو، ایسا امن قابل قبول نہیں ہے؛ جس کی عمارت ایک طبقہ کی بالادستی اور دوسرے طبقہ کی مظلومیت اور کمزور خاموشی پر کھڑی ہو۔ اسی لیے اسلام نے بلاتفریق ہرایک کو اپنی حفاظت کا حق دیا ہے، اس حوالے سے اس کی تعلیمات بالکل واضح ہیں، قرآن کریم میں اللہ سبحانہ وتعالی کا ارشاد ہے: اور تم قتال کرو اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جو تم سے قتال کرتے ہیں؛ اور حد سے تجاوز نہ کرو؛ بیشک اللہ تعالی حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ (سورۃ البقرۃ:190) یعنی اسلام اپنے اوپر ہونے والے ظلم کا بدلہ لینے کی اجازت تو دیتا ہے؛ لیکن اس میں بھی برابری اور انصاف کا دامن تھامنے کی تاکید کرتا ہے، انتقامی کاروائی میں حد سے تجاوز کرنے کی اجازت نہیں دیتا؛ اسی مضمون کو اس آیت میں بھی بیان کیا گیا ہے: اور برائی کا بدلہ اس کے برابر برائی ہے۔ (سورۃ الشوری:40) اسلام میں حفاظت خود اختیاری کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے، جو شخص دشمن سے اپنی جان ومال اور اہل وعیال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے، تو اسلام نے اسے شہادت کا درجہ دیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جو شخص اپنے مال کی حفاظت میں قتل کردیا جائے، وہ شہید ہے، جو اپنے اہل وعیال کی حفاظت میں قتل کردیا جائے وہ شہید ہے، جو اپنے دین کی حفاظت میں قتل کردیا جائے وہ شہید ہے اور جو اپنی جان کی حفاظت میں قتل کردیا جائے وہ شہید ہے۔ (مسند احمد، 1652) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے جان ومال اور اہل عیال کی حفاظت اتنی ضروری ہے کہ اگر اس کے لیے قتل وقتال کی ضرورت پڑجائے تو اس سے بھی گریز نہیں کرنا چاہیے۔ لہٰذا ہر مسلمان کو اپنی حفاظت کے اسباب وذرائع اختیار کرنے چاہیے، ظلم کے سامنے سر نہیں جھکانا چاہیے، حتی الامکان ظالموں سے مقابلہ کرنا چاہیے، اور ظلم سے بچنے کے جو بھی جائز اور قانونی طریقے ہوسکتے ہیں، ان کو اختیار کرنا چاہیے۔

حفاظت خود اختیاری کے اسباب اور اس کی مختلف صورتیں: (۱) اس حوالے سے سب سے پہلی اور بنیادی چیز یہ کہ اپنے اندر جسمانی طاقت، قوت اور صلاحیت پیدا کرنی چاہیے، نیز قانونی دائرے میں رہتے ہوئے اپنی حفاظت کے اسباب کا انتظام رکھنا بھی وقت کی اہم ضرورت ہے۔ ہم اپنی جسمانی صحت اور طاقت وقوت کے حصول کی فکر کریں اور اپنی نسلوں کے لیے بھی اس کا انتظام کریں۔ موبائل، ٹی وی اور غیر صحت بخش کھانوں کے ذریعہ اپنے بچوں کے وقت اور صحت کو خراب کرنے کے بجائے ہمیں ان کی جسمانی قوت وطاقت پر توجہ دینی چاہیے؛ تاکہ اگر کبھی انہیں اپنی یا اپنی ماں بہنوں کی حفاظت کی ضرورت پڑے، تو وہ اس کے لیے تیار رہیں اور فسادیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرکے اپنی ماں بہنوں کی عزت وآبرو کی حفاظت کرسکیں۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ہماری شریعت نے ایسے ورزشی کھیلوں کی حوصلہ افزائی کی ہے، جن سے جسم میں طاقت پیدا ہوتی ہو، جیسے گھوڑ سواری، کشتی اور دوڑ وغیرہ، اسی طرح جسمانی طاقت وقوت کے حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا درج ذیل ارشاد گرامی بہت واضح ہے: طاقت ور مومن بہتر اور اللہ کے نزدیک کمزور مومن کے مقابلے میں زیادہ پسندیدہ ہے اور ہر چیز میں خیر ہے، آپ اپنے نفع کی چیزوں میں دل چسپی لیں، اللہ سے مدد مانگیں، عاجز اور بے بس نہ بنیں۔ (صحیح مسلم، 6664) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ اپنی حفاظت کے لیے اسباب کا بڑا اہتمام فرماتے تھے؛ لیکن ہمارا یہ حال ہے کہ ہمارے گھروں میں کتے وغیرہ کو بھگانے کے لیے بھی لاٹھی (Stick) تک نہیں ہوتی، یہ بڑی لاپرواہی کی بات ہے؛ البتہ اس کا ضرور خیال رہے کہ ہم اپنی یا گھر کی حفاظت کے لیے جو اسباب بھی اختیار کریں وہ قانون کے دائرے میں ہو۔

(۲) اجتماعی حفاظت اور مدافعت کا ماحول: انفرادی سطح کے بعد ہمیں اس حوالے سے اجتماعی حفاظت اور مدافعت کے نظام پر بھی سنجیدہ غور کرنا چاہیے، کسی بھی معاشرہ میں امن وامان کی پائیداری، عدل وانصاف کو قائم رکھنے اور معاشرہ کو غیرسماجی عناصر سے پاک رکھنے کے لیے ایک ذمہ دار اجتماعی باڈی کا ہونا بہت ضروری ہے، اس ضمن میں ہر محلہ اور علاقہ میں ایک ایسی کمیٹی کا قیام انتہائی ناگزیر ہے، جس کی قیادت جذباتی لوگوں کے بجائے سنجیدہ اور دور اندیش افراد کے ہاتھوں میں ہو۔ ہمارے محلوں میں اس کا نظم ہونا چاہیے کہ اگر کسی بھی بےقصور شخص پر حملہ ہوتا ہے، تو تمام محلے والے اپنی جان پر کھیل کر اس کی حفاظت کریں اور مقابلہ کے لیے کھڑے ہوجائیں۔ یہ بڑی شرم اور بزدلی کی بات ہوگی کہ ہم کھڑے ہوکر تماشا دیکھیں اور اپنی اپنی باری (Turn) کا انتظار کریں۔

(۳) مسلم اکثریتی علاقوں میں رہائش کو ترجیح دینا۔ اسی طرح حساس اور تناؤ والے علاقے (Sensitive Areas) چھوڑ کر مسلم بستیوں میں رہنے کو ترجیح دینا چاہیے، ایسے علاقے جہاں مسلمانوں کی تعداد بہت کم ہے، وہاں کے بجائے ہمیں رہائش کے لیے مسلم اکثریتی علاقوں کا انتخاب کرنا چاہیے۔ اس سے جان ومال کی بھی حفاظت ہوگی اور دین وایمان اور تہذیب وثقافت کی بھی۔ حضرات انبیاء کرام کو بھی ایسے شہروں سے ہجرت کا حکم دیا جاتا تھا، جہاں دین حق سے عداوت رکھنے والوں کا غلبہ ہو اور ایمان والوں کو اپنی بستی بسانے کی تلقین کی جاتی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے کئی ارشادات میں اس جانب اشارہ فرمایا ہے۔

Scanned with CamScanner

موبائل نے ہماری زندگی میں سب کچھ بدل کر رکھ دیا ہے

عبدالغفار صدیقی

خالق کائنات کی بنائی ہوئی اس دنیا میں جوبھی چیزیں ہیں وہ انسانوں کے لیے نعمت ہیں۔اب یہ انسان کے سوچنے کی بات ہے کہ وہ ان نعمتوں سے خود بھی فائدہ اٹھائے اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچائے۔ یہاں تک کہ انسانی جسم کے اعضاء بھی اسی زمرے میں آتے ہیں۔یہی دو ہاتھ ہیں جن سے آپ کسی کو سہارا دے سکتے ہیں،اور انھیں ہاتھوں سے آپ کسی کو دھکا دے سکتے ہیں۔یہی زبان کسی کا حوصلہ بڑھاتی ہے تو کسی کے دل کو کبھی نہ بھرنے والے گھاؤ دے دیتی ہے۔دنیا میں ہر طرح کے لوگ ہمیشہ رہے ہیں۔وہ بھی جو خدا کی عطا کردہ نعمتوں سے فائدہ پہنچاتے رہے ہیں اور وہ بھی جنھوں نے انسانوں کو بھی تباہ کیا اور انسانیت کو بھی۔میرا اور آپ کا شمار کس فہرست میں ہے یہ دیکھنے اور غور کرنے کا مقام ہے۔

گزشتہ سو سال میں بہت سی چیزیں ایجاد ہوئیں۔جس میں جہاں جنگی اور دفاعی ساز و سامان کے طور پر میزائل اور ایٹم بم بنے،وہیں راستوں کے فاصلے کم کرنے والے ہوائی جہاز بنے،ایک طرف میڈیکل سائنس نے ترقی کر کے عمل جراحی کی تکالیف کو ناقابل یقین حد تک کم کیا تو الیکٹرانک کی دنیا میں رات کو دن بنا دینے والے بلب روشن ہوگئے،ایک زمانہ وہ تھا جب اندھیرے کے ڈر سے لوگ رات کا کھانا سورج ڈوبنے سے پہلے ہی کھا لیتے تھے اور ایک آج کا وقت ہے کہ کرکٹ کا کھیل اس وقت شروع ہوتا ہے جب سورج غروب ہو جاتا ہے۔کہاں وہ زمانہ کہ پیغام رسانی کے لیے پوسٹ کارڈ لکھے جاتے،ہفتوں ڈاکیہ کی راہ دیکھی جاتی،دیہاتوں میں کسی منشی کو پڑھنے کے لیے تلاش کیا جاتا،کہاں آج کا دن کہ بٹن دبائیے،آواز بھی سنئے،اور اپنے چاہنے والوں کا دیدار بھی کیجیے۔

موبائل اور انٹرنیٹ کی ایجاد کمیونیکشن کی دنیا میں ایک بڑا انقلاب ہے۔ابھی یہ انقلاب جاری رہے گا۔موبائل اور انٹرنیٹ نے دنیا کو واقعی ایک گاؤں بنا دیا ہے۔ہمیں اور آپ کو اندازہ نہیں کہ یہ ایجاد کس قدر بڑی نعمت ہے۔اگر آپ اس کے فائدے شمار کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے۔آپ اپنے عزیزوں سے بات کرتے ہیں،ان کی تصویریں دیکھتے ہیں،ان کے پیغامات پڑھتے ہیں،اپنی پوسٹوں پر کمنٹ حاصل کرتے ہیں۔اپنی صلاحیتوں کو دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔دوسروں کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔اب کسی بہو کو ریسپی جاننے کے لئے ساس اور نند کی خوشامد نہیں کرنا پڑتی،پورا کچن چھوٹے سے موبائل میں موجود ہے۔آپ کو کچھ خریدنے کے لیے کہیں نہیں جانا ہے،پورا بازار آپ کے سامنے ہے۔اب بینکوں کی لائنوں میں بھی کمی آئی ہے۔جہاں سے چاہیں رقم منگائیے اور جہاں چاہے بھیج دیجیے۔لیکن آپ کی ذرا سی غلطی سے ایسا نہ ہو کہ رقم کسی اور کے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر ہو جائے۔

ایک طالب علم،ایک استاذ،ایک ڈاکٹر اور ایک انجینئر کے لیے موبائل میں بہت مواد ہے۔طلبہ اپنے سوالوں کے جوابات حاصل کریں،اپنے مضامین کی اسٹڈی کریں،کہیں بھی بیٹھے ہوئے استاذ سے فیض اٹھائیں،اب ڈاکٹر کو آپریشن کے لیے چلنے کی بھی ضرورت نہیں۔امریکہ میں بیٹھا ہوا ڈاکٹر بھارت کے اسپتال میں آپریشن کر سکتا ہے۔دنیوی معلومات کے ساتھ دینی معلومات بھی ہیں،پورا قرآن موجود چاہے سنئے،یا پڑھئے،یا دیکھیے،جس عالم کی تفسیر چاہیں پڑھیں،حدیث کی تمام کتابیں موجود ہیں،جن سے چاہیں استفادہ کریں۔

اچھی اور مفید باتوں کے ساتھ فساد اور بگاڑ کا مواد موجود ہے۔فواحشات کا پورا بازار ہے،جوئے اور سٹے کی معلومات بھی دستیاب ہیں۔کھیلوں کے نام پر ہزاروں گیم ہیں،بچوں کی کہانیاں،کارٹونی فلمیں،نظمیں اور ڈرامے موجود ہیں،عقائد کو بگاڑنے والی،خدا سے باغی کرنے والی سائٹیں ہیں۔غرض شیطان سے متعلق جو کچھ ہو سکتا ہے بلکہ ابلیس کے وہم و گمان میں جو نہ ہو،وہ آج کے دور میں انٹرنیٹ کے ذریعے ہمارے موبائل کی اسکرین پر موجود ہے۔

خیر و شر کا یہ معرکہ ہمیشہ رہا ہے۔ابلیس اور آدم کی ذریت روز ازل سے دست بہ گریباں رہی ہے۔ذرائع بدلتے رہے ہیں۔موجودہ دور میں ہر چیز کی رفتار میں اضافہ ہو گیا ہے۔لیکن میں دیکھتا ہوں کہ مسلمان نوجوان جس قدر موبائل کا غلط استعمال کر رہا ہے۔شاید برادران وطن نہ کر رہے ہوں۔یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میں مسلم ہوں اور مسلم علاقوں میں رہتا ہوں اس لیے مجھے اپنے بچے زیادہ بگڑے ہوئے نظر آرہے ہیں۔مگر یہ بات غور کرنے کی ہے کہ جس امت کو بگاڑ دور کرنے کے برپا کیا گیا تھا۔جس کی ذمہ داری تھی کہ وہ زمین کو برائیوں سے،فساد اور بگاڑ سے پاک کرے،وہی امت خود اس قدر بگاڑ میں غرق ہے کہ اسے غیر قوم کے دانشور بیدار کر رہے ہیں۔مسلم محلوں میں جس طرف دیکھیے نوجوان چوراہوں پر ٹہلتے ہوئے مل جائیں گے۔دہلی ہو یا کوئی بھی بڑا شہر وہاں مسلم علاقوں میں رات کے بارہ بجے تک نہ صرف بازار کھلے رہتے ہیں بلکہ نوجوان گل چھرے اڑا رہے ہوتے ہیں۔مسلمانوں کی تو رمضان کی رونقیں بھی بازار کے دم پر ہیں۔جامع مسجد دہلی کے دوکاندار فخر سے کہتے ہیں کہ ہمارے بازار سحری تک کھلتے ہیں۔ایسا لگتا ہے کہ جیسے یہ حکم انھیں اللہ اور اسکے رسول نے دیا ہو۔

موبائل پر فحش ویڈیوز بنانے کا سب سے زیادہ کام مسلمان کر رہے ہیں۔گالیوں پر مبنی ویڈیوز بنائی جارہی ہیں اور انھیں اپ لوڈ کیا جارہا ہے۔ان کے ویور بھی لاکھوں میں ہیں۔رات کو دیر رات تک موبائل ہاتھوں میں رہتا ہے۔بعض نوجوان تو کانوں میں ایرفون لگا کر سو جاتے ہیں۔دیر رات تک سونے کے باعث صبح دن چڑھے تک سوتے رہتے ہیں۔ماں باپ چلاتے رہتے ہیں۔لیکن ہمارے نوجوانوں کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔

موبائل کے کثرت استعمال کے باعث والدین کی اطاعت میں فرق آیا ہے۔گھر میں ماں باپ کام کو کہتے رہتے ہیں۔مگر نوجوان نسل خواہ لڑکا ہو یا لڑکی،وہ موبائل میں مست رہتے ہیں۔بزرگوں کے احترام میں کمی آئی ہے۔یہاں تک کہ خود اپنے کاروبار متاثر ہوئے ہیں۔گھر کی خواتین تک سیریل دیکھنے کی وجہ سے اپنے کام موخر کر دیتی ہیں۔ان کی بھی ترجیحات بدل گئی ہیں،شوہر کام سے تھکا ماندہ واپس آیا ہے۔بیگم سیریل دیکھ رہی ہیں۔جس سے آپسی رشتے خراب ہو رہے ہیں۔بچے ہوم ورک نہیں کرتے،اسکول میں ڈانٹ پڑتی ہے،بچے تعلیم چھوڑ دیتے ہیں۔سفر میں کوئی کسی سے بات تک نہیں کرتا،کبھی کبھی اسٹیشن پر اترنا بھول جاتے ہیں،چلتی ٹرین کے ساتھ سیلفی لینے کے چکر میں ہر سال سینکڑوں جانیں چلی جاتی ہیں،رات رات بھر موبائل دیکھنے کی وجہ سے صحت کے مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔نوجوان اپنی زندگی خراب کر رہے ہیں۔اجنبی لڑکیوں سے دوستیاں اور چیٹنگ ہو رہی ہے۔جس سے ایمان اور صحت دونوں متاثر ہیں اور مال کا نقصان بھی ہو رہا ہے۔مہنگے موبائل خریدنے کی ہوڑ سے غریب ماں باپ پریشان ہیں۔موبائل کمپنیاں ہر ماہ موبائل کو اپ ڈیٹ کر رہی ہیں۔اب تو ریچارج کی قیمت میں بھی اضافہ کیا جارہا ہے۔مہنگائی کے زمانے میں یہ اضافی بوجھ ہے جو ہر گھر پر پڑ رہا ہے۔

سماج کے ارباب حل و عقد کو ان پہلوؤں پر سوچنا چاہئے اور اصلاح حال کے لیے کوئی منصوبہ بنانا چاہئے۔موجودہ حکومت سے درخواست کرنا تو فضول ہی ہے کیوں کہ اسے تو پیسہ کمانا ہے اور اپنے خاص دوستوں کو مال دار کرنا ہے۔اسے اس بات کی کوئی فکر نہیں کہ ملک کے نوجوانوں کے اخلاق خراب ہو رہے ہیں۔ظاہر ہے خراب اخلاق کے لوگ کل بڑے ہو کر جب دیش کی کمان سنبھالیں گے تو دیش کا حال اور بھی برا ہو جائے گا۔اس لئے میری گزارش ہے ائمہ مساجد اور دینی و مذہبی رہنماؤں سے کہ وہ موبائل کے منفی پہلوؤں کو اجاگر کریں۔بچوں کو سمجھائیں۔وہ نوجوان جو مسجد میں آتے ہیں،جماعتوں میں نکلتے ہیں،مدارس کا حصہ ہیں،کم سے کم وہی ٹیکنالوجیکل گناہوں سے خود کو بچائیں۔اسی کے ساتھ جہاں تک ہو سکے موبائل کے مفید پہلو بیان کیے جائیں تاکہ نوجوان نسل اس سے فائدہ اٹھائے۔یہ بات یاد رکھیے کہ ہمارے نوجوان موبائل چھوڑنے والے نہیں،انھیں اسے دیکھنا ہے،ہم ان کے دل دماغ کو مفید پہلوؤں کی جانب راغب کر کے نقصانات کو کم کر سکتے ہیں۔اگر آپ ان کے ہاتھ سے موبائل چھیننے کی کوشش کریں گے تو اپنے بچوں کو کھو دیں گے۔

اعلان مفقود الخبری

معاملہ نمبر ۲۱/۲۴۵/۱۴۴۵ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ بھوانی پور،پورنیہ)

کیلی خاتون بنت محمد مرشد،مقام نردہ،ڈاکخانہ نیا ٹولہ،ضلع مدھے پورہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔فریق اول

بنام

محمد جہانگیر ولد محمد قدوس،مقام جدیا بازار،ڈاکخانہ جدیا بازار،ضلع سوپول۔۔۔۔۔۔۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ بھوانی پور،پورنیہ میں تقریباً تین سال سے غائب ولا پتہ ہونے اور نان ونفقہ و دیگر حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر فسخ نکاح کا مطالبہ کیا ہے،لہٰذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کو دیں، اور آئندہ تاریخ سماعت ۱۷/صفر ۱۴۴۶ھ مطابق ۲۲/اگست ۲۰۲۴ء روز جمعرات کو آپ خود مع گواہان و ثبوت بوقت ۹/ بجے دن مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں،واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جا سکتا ہے۔فقط۔قاضی شریعت

اعلان مفقود الخبری

معاملہ نمبر ۲۳/۴۲۵/۱۴۴۵ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ مدرسہ رحمانیہ یکہتہ مدھوبنی)

گلشن خاتون بنت محمد حبیب مقام باگھا کسمار ڈاکخانہ کسمار ضلع مدھوبنی۔۔۔۔۔۔۔۔۔فریق اول

بنام

محمد رئیس ولد عبدالمجید مقام گورباڑی ڈاکخانہ برہمپور ضلع مدھوبنی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

اس معاملہ میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف تقریباً پانچ سال سے غائب ولا پتہ ہونے اور جملہ حقوق زوجیت بشمول نان ونفقہ سے محرومی کی بنا پر دارالقضاء امارت شرعیہ مدرسہ رحمانیہ یکہتہ ضلع مدھوبنی میں فسخ نکاح کا مطالبہ کیا ہے،لہٰذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کو دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۱۴/صفر المظفر ۱۴۴۶ھ مطابق ۱۹/اگست ۲۰۲۴ء روز سوموار کو آپ خود مع گواہان و ثبوت بوقت ۹/ بجے دن مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جا سکتا ہے۔فقط۔قاضی شریعت

Scanned with CamScanner

طب وصحت

دہی ایک مفید غذا

دہی صاف اور تازہ استعمال کیا جائے تو بہتر ہے۔ کھٹی دہی میں غذائیت کی تاثیر تبدیل ہوجاتی ہے لیکن اگر اسے ماسک یا ابٹن کے طور پر استعمال کرنا چاہیں تو بہتر افادیت رکھتا ہے یا پھر شہد کے ساتھ معتدل کرلیا جائے تو موافق آتا ہے۔

ہم میں سے کون ہے جو بیکٹیریا کے نام سے ہی خوفزدہ نہیں ہوتا اور اس سے بچاؤ کی تدبیر نہیں کرتا لیکن دہی ایسا Probiotice ہے جو صحت کے مسائل حل کردیتا ہے۔ غیر صحت بخش غذائیں، کم پانی کا استعمال ہروقت تشویش یا انتشار کی کیفیت میں رہنا یا کسی طویل بیماری کے بعد نظام ہاضمہ کا بُری طرح متاثر ہونا ایسی کیفیتیں اور رویے ہیں جن سے لوگ اکثر وبیشتر متاثر ہوتے ہیں جب کسی بیماری کے علاج کے طور پر اینٹی بایوٹکس استعمال کرنا ناگزیر ہوجائے تو عموماً منہ خشک ہونے اور رنگت کے زرد پڑجانے کی شکایت میں مبتلا ہوجاتے ہیں اور پھلوں کے عرقیات یا سادہ پانی کا استعمال بڑھا دیتے ہیں۔ یہ محتاط رویہ ایسا غلط نہیں ہوتا تاہم اگر وہ اپنی غذا میں دہی کا استعمال شامل کرلیں تو چند دنوں میں حیرت انگیز تبدیلی محسوس کریں گے۔ بیشتر بیماریاں معدے کے افعال بگڑنے سے ہوتی ہیں۔ کم کھانا یا ضرورت سے زیادہ کھالینا دونوں رویے معدے پر گرانی کا باعث بنتے ہیں۔ ہماری غذا خاص کر کھانوں میں دہی کا استعمال ہوتا ہے۔ مشرقی لوگ رائتے اور چٹنیوں میں دہی شامل کرتے ہیں یا میٹھے دہی سے کھانے کا اختتام کرتے ہیں۔ اس شکل میں یہ معدے میں اچھے اور بُرے بیکٹیریا کا ایک توازن قائم کرتا ہے۔ اگر ہم کئی روز تک کسی بھی شکل میں دہی نہیں کھاتے تو اس کا مطلب ہے کہ صحت خراب کرنے والے بیکٹیریا اپنے قدم جمالیں گے۔ اینٹی بایوٹکس کے مضر صحت اثرات اچھے بیکٹیریا کو ماردیتے ہیں' اسی وجہ سے چہرے اور پورے جسم کی ہیئت اور رنگت متاثر ہوتی ہے۔ مختلف تیزابی ردعمل معدے میں سرائیت کرجانے کی صورت میں نئی شکایات پیدا ہوتی ہیں جن میں قبض، اسہال یا دستوں کی بیماری یا قے کی صورت میں بدنظمی جیسے مسائل پیدا ہوسکتے ہیں۔

جسم کا مدافعتی نظام درست کرنے کیلئے دہی کا استعمال بڑھا دینا چاہیے۔ معدے میں تیزابیت کے خاتمے اور ٹھنڈک کے احساس کیلئے دہی نہایت اکسیر پروبایوٹکس ہے۔ ڈائریا کا خاتمہ کرتا ہے اور دودھ یا دیگر غذاؤں سے پیدا ہونے والی حساسیت کا خاتمہ کرتا ہے۔ عام طور پر اسہال کی صورت میں دہی کو بطور دوا استعمال کریں تو چونکانے والے نتائج سامنے آتے ہیں یہ توانائی کا مؤثر ترین ذریعہ ہے۔

دہی معدے کی گرمی کو دور کرتا ہے اور منہ میں نکلنے والے چھالوں کے لیے بے حد مفید ہے۔ ایسی صورت میں دن میں ہر کھانے کیساتھ حسب طبیعت یا کم ازکم دو چمچہ دہی کھانا ضروری ہے۔ دہی کا سر پر ملنا اسی طرح فائدے مند ہے جس طرح روغن کدو کی مالش کی جائے۔ چہرے پر ملنے سے چہرے کی خشکی، سیاہی اور پرچھائیاں دور ہوتی ہیں۔ پیچش میں بے حد مفید ہے۔

دہی پیاس کو تسکین دیتی ہے۔ دہی عام جسمانی کمزوری اور خون کی کمی کو دور کرنے میں مفید ہے۔ جن لوگوں کو دودھ ہضم نہیں ہوتا ان کے لیے بے حد مفید ہے۔ معدے اور آنتوں کے ورم اس کے استعمال سے دور ہوجاتے ہیں۔ بواسیر میں دہی کا استعمال مفید ہے۔ پیچش اور سنگرہنی کے لیے آدھ پاؤ دہی صبح نہار منہ کھانا مفید ہوتا ہے۔ جب دہی ترش ہوکر پانی چھوڑ دے اور بدبو آنے لگے تو ایسا دہی بالکل استعمال نہیں کرنا چاہیے۔

دہی اگرچہ دودھ سے ہی تیار کیا جاتا ہے لیکن "پروبائیوٹک" اچھا دوست بیکٹیریا مل جانے سے اس کی غذائی افادیت بڑھ جاتی ہے۔ دہی، تیل، پروٹین، کیلشیم، وٹامن A,B12,B6,B2 پوٹاشیم، میگنشیم کی کافی مقدار پائی جاتی ہے۔ دودھ سے بنائے جانے کے باعث ہر چھ اونس دہی سے تقریباً نوگرام پروٹین ملتی ہے۔ پروبائیوٹک بیکٹیریا ایک ایسا دوست بیکٹیریا ہے جو معدے اور آنت میں فاضل مادے جمع نہیں ہونے دیتا اور کافی حد تک قوت مدافعت کو بڑھا کر آنت کی حفاظت کرتا ہے۔

یو ایس ایگریکلچر اینڈ فوڈ کے مطابق دہی کے روزانہ استعمال سے نہ صرف وٹامن اور پروٹین حاصل ہوتی ہے بلکہ آنت میں پروبائیوٹک کی مقدار بھی ذخیرہ رہتی ہے جس سے ایسے لوگوں کو بہت فائدہ مل سکتا ہے جنہیں دودھ میں لیکٹوز کے باعث الرجی ہوجاتی ہے یا دودھ ہضم نہیں ہوتا اور ایسے افراد کے لئے بھی مفید ہے جنہیں بار بار بغیر کسی خاص وجہ کے پیٹ درد یا دست لگ جاتے ہیں۔

دہی کے استعمال سے نہ صرف معدے اور آنت کو فائدہ ہوتا ہے بلکہ اس سے ملنے والے پروٹیشن اور کیلشیم کے باعث دانت اور ہڈیوں کو بھی مضبوطی ملتی ہے۔ روزانہ دہی کھانے والے افراد کو بڑھاپے میں ہڈیوں کی کمزوری بھربھرا پن اور آسٹیو پروسز اس طرح سے تنگ نہیں کرتے جیسے دوسروں کیلئے وبال جان بن جاتے ہیں۔

بوسٹن یونیورسٹی میڈلین اسکول کے 2 لاکھ افراد پر کی جانیوالی ایک تحقیق کے مطابق دہی کے روزانہ استعمال سے ان افراد میں بلڈ پریشر کی 30 فیصد تک کمی نوٹ کی گئی ہے اس کے علاوہ کولیسٹرول کی کچھ کمی، ذیابیطس کا بہتر کنٹرول، بہتر قوت مدافعت، ہڈیوں کی مضبوطی بھی دیکھی گئی۔ تحقیق کے مطابق ایسے افراد جو دہی کے ساتھ روزانہ پھل اور تازہ سبزی سلاد کھاتے ہیں ان میں یہ فوائد بہت بڑھ جاتے ہیں۔

جلدی امراض اور دہی کا استعمال

ماں بننے والی خواتین غذائی عادتوں کی تبدیلی کے باعث حساسیت کا شکار ہوسکتی ہیں۔ نوعمر بچے بدہضمی کا شکار ہوسکتے ہیں' اسی طرح مختلف گرم تاثیر والی یا مقوی غذاؤں کے استعمال کے بعد الرجی کی شکایت دہی کھانے سے دور ہوسکتی ہے۔ طبی ماہرین کہتے ہیں کہ بیرونی علاج کے طور پر ادویات کا استعمال جاری رکھنے میں کوئی قباحت نہیں لیکن اگر غذائی علاج میں محتاط رویہ اپنالیا جائے یعنی دہی کا استعمال جاری رکھا جائے تو تکلیف سے بہت جلد چھٹکارا مل سکتا ہے۔ بچوں میں جلدی خارش، چھوٹے چھوٹے دانے نکلنے اور EczemaAtopic سے نجات کیلئے دہی کا استعمال بڑھالینا چاہیے۔

دہی سے چہرہ نکھار پیدا ہوتا ہے

نوجوان بچیوں کو کیل مہاسوں اور دانوں کے علاوہ چہرے کے دورنگی ہونے کی شکایت ہوسکتی ہے۔ ماہرین کے مطابق پچاس فیصد کیسیز میں دہی نے ہارمونز کے نظام کو توازن دے کر چہرے کو ان مسائل سے نجات دلاتی ہے جس کیلئے ایکنی لوشنز وغیرہ استعمال کیے جاتے رہے تھے تاہم ڈائیٹیشنز کے مطابق دہی کا استعمال روزانہ کرنا بہتر نتائج دیتا ہے۔ دہی صاف اور تازہ استعمال کیا جائے تو بہتر ہے۔ کھٹی دہی میں غذائیت کی تاثیر تبدیل ہوجاتی ہے لیکن اگر اسے ماسک یا ابٹن کے طور پر استعمال کرنا چاہیں تو بہتر افادیت رکھتا ہے یا پھر شہد کے ساتھ معتدل کرلیا جائے تو موافق آتا ہے۔

ہفتۂ رفتہ

راشد العزیزی ندوی

اب کرناٹک میں نہیں ہوگا نیٹ امتحان، بل منظور

نیٹ کے حوالہ سے ملک بھر میں جاری ہنگامہ آرائی کے درمیان حکومت کرناٹک نے فیصلہ کیا ہے کہ اب وہ ریاست میں اس میڈیکل داخلہ امتحان کو منعقد کرنے کی اجازت نہیں دے گی۔ نیٹ پیپر لیک کے تنازعہ کے درمیان کرناٹک کابینہ نے نیا بل منظور کرلیا ہے۔ کانگریس کی قیادت والی کرناٹک حکومت تمل ناڈو کے بعد نیٹ کو منسوخ کرنے کی تجویز کے بل کو منظوری دینے والی دوسری ریاستی حکومت بن گئی ہے۔ کرناٹک میں منظور کیا گیا بل نیٹ کے بجائے کچھ اور میڈیکل داخلہ امتحان منعقد کرنے یا نیٹ کو کرناٹک میں کامن انٹرنس ٹیسٹ (سی ای ٹی) سے جوڑنے کی تجویز ہے۔ یہ بل کرناٹک قانون ساز اسمبلی میں پیش کیا جائے گا۔ اس میں حکومت سے درخواست کی گئی ہے کہ ریاست 12ویں جماعت کے نمبروں کی بنیاد پر میڈیکل کورسز میں داخلے کی اجازت دے۔ نیٹ لاگو ہونے سے پہلے میڈیکل کالجوں میں داخلے اسی طریقے سے ہوتے تھے۔

سرکاری ملازمین پر آر ایس ایس کی سرگرمیوں میں حصہ لینے پر عائد پابندی ختم

حکومت ہند کی وزارت داخلہ نے ایک حکم نامہ جاری کرتے ہوئے سرکاری ملازمین پر راشٹریہ سویم سیوک سنگھ (آر ایس ایس) کی سرگرمیوں میں حصہ لینے پر عائد پابندی ختم کردی ہے۔ وزارت داخلہ کے اس حکم پر آر ایس ایس و بی جے پی نے خیر مقدم کیا ہے جبکہ کانگریس نے اس پر شدید تنقید کرتے ہوئے سخت سوالات اٹھائے ہیں۔ کانگریس نے کو مرکزی حکومت کے وزارت داخلہ کے ذریعے جاری کردہ اس فیصلے پر سخت تنقید کی ہے۔ کانگریس جنرل سکریٹری (مواصلات) جے رام رمیش نے ایک پوسٹ میں کہا ہے کہ فروری 1948 میں گاندھی جی کے قتل کے بعد سردار پٹیل نے آر ایس ایس پر پابندی لگادیا تھا۔ اس کے بعد اچھے اخلاق کی یقین دہانی پر پابندی ہٹادی گئی تھی۔ اس کے بعد بھی آر ایس ایس نے ناگپور میں کبھی ترنگا نہیں لہرایا۔ کانگریس کے جنرل سکریٹری نے مزید کہا ہے کہ 1966 میں آر ایس ایس کی سرگرمیوں میں حصہ لینے والے سرکاری ملازمین پر پابندی لگائی گئی تھی جو صحیح فیصلہ بھی تھا۔ یہ 1966 میں پابندی لگانے کے لیے جاری کردہ سرکاری حکم ہے۔ 4 جون 2024 کے بعد وزیر اعظم اور آر ایس ایس کے درمیان تعلقات خراب ہوگئے ہیں۔ 9 جولائی 2024 کو 58 سالہ پابندی ہٹادی گئی جو اٹل بہاری واجپائی کے دور میں بھی نافذ تھی۔ مجھے یقین ہے کہ بیوروکریسی اب ہاف پینٹ میں آسکتی ہے۔ جے رام رمیش نے اس پوسٹ کے ساتھ پابندی کے دستاویزات بھی شیئر کیے ہیں۔

راہل گاندھی کی پارلیمنٹ میں کسانوں سے ملاقات

لوک سبھا میں اپوزیشن لیڈر اور کانگریس لیڈر راہل گاندھی نے کسان لیڈروں کو پارلیمنٹ میں اپنے دفتر میں ملنے کے لئے بلایا تھا، کسان مزدور مورچہ اور سمت کسان مورچہ (غیر سیاسی) کے زیر اہتمام ملک بھر کے 12 کسان رہنماؤں کے ایک وفد نے راہل گاندھی سے ملاقات کی۔ اس میٹنگ کے دوران کانگریس ممبران پارلیمنٹ کے سی وینوگوپال، امریندر سنگھ راجہ وارنگ، سکھ جیندر سنگھ رندھاوا، گرجیت سنگھ اوجلا، دھرم ویر گاندھی، ڈاکٹر امر سنگھ، دیپندر سنگھ ہڈا اور جئے پرکاش بھی موجود تھے۔ کسان رہنماؤں سے ملاقات کے بعد راہل گاندھی نے کہا، "ہم نے اپنے منشور میں قانونی ضمانت کے ساتھ ایم ایس پی کا ذکر کیا ہے۔ ہم نے اندازہ لگایا ہے اور اس پر عمل درآمد کیا جاسکتا ہے۔ ہم نے ابھی ایک میٹنگ کی تھی جس میں یہ طے کیا گیا تھا کہ ہم اپوزیشن اتحاد کے دیگر لیڈروں سے بات کریں گے اور حکومت پر دباؤ ڈالیں گے کہ وہ ملک کے کسانوں کو ایم ایس پی کی قانونی ضمانت دے۔

جھارکھنڈ میں خواتین کو ملے گا ہر ماہ ایک ہزار روپے

مغربی بنگال کی طرز پر جھارکھنڈ حکومت نے بھی خواتین کو مالی امداد کا فیصلہ کیا ہے۔ وزیر اعلیٰ ہیمنت سورین نے اعلان کیا ہے کہ ریاستی حکومت ریاست کی 21 سال سے 50 سال کے درمیان کی خواتین کو اعزازیہ دے گی۔ وزیر اعلیٰ نے اس کا مقصد ریاست کی خواتین کو عزت و وقار دینا بتایا ہے۔ وزیر اعلیٰ ہیمنت سورین نے خواتین کے تعلق سے یہ اہم اعلان اپنے حلقہ اسمبلی برہیٹ میں کیا ہے۔ وہ 22 جولائی کو صاحب گنج کے راج محل میں اور اپنے اسمبلی حلقہ برہیٹ کے ایک روزہ دورے پر پہنچے تھے۔ وزیر اعلیٰ نے کہا کہ ریاستی حکومت نے 21 سے 50 سال کی عمر کی خواتین کو اعزازیہ دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس کے لیے درخواستیں لینے کے لیے بہت جلد پوری ریاست میں خصوصی کیمپ منعقد کیے جائیں گے۔ انہوں نے کہا کہ ہم ریاست کی خواتین کو با اختیار بنانے کے عزم کے ساتھ کام کررہے ہیں۔

Volume:64/74,Issue:28 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61Printed & Published by Rizwan Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

Scanned with CamScanner

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF, PATNA 801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT-14 13-5-24-26
R.N.I.N.Delhi, Regd No-BIHURD/4136/1961

مسئلہ یہ بھی ہے زمانے کا
کوئی اچھا ہے تو اچھا کیوں ہے
(نامعلوم)

خانہ جنگیوں کی طویل تاریخ کا ماحولیاتی تباہی میں ہاتھ

عبدالستار

افغانستان، سری لنکا، کولمبیا، شام اور روانڈا سمیت بعض دیگر افریقی ملکوں میں خانہ جنگی نے ماحول کو تباہ کردیا، خانہ جنگی کے شکار ممالک پر اکثر غیر ملکی حملے بھی شروع ہوجاتے ہیں، جو مزید ماحولیاتی تباہی کا باعث بنتے ہیں، جدید ریاستوں میں افغانستان کا شمار ان بدقسمت ملکوں میں ہوتا ہے، جہاں اندرونی اور بیرونی سازشوں کی وجہ سے کئی دہائیوں سے جنگ جاری تھا، جس سے نہ صرف لاکھوں افغان ہلاک وزخمی ہوئے بلکہ اس سے ماحول کو بھی زبردست نقصان پہنچا،1979ء میں سوویت یونین کی مداخلت کی وجہ سے اندرونی سیاسی کشمکش خانہ جنگی میں تبدیل ہوگئی، سوویت یونین پر الزام ہے کہ اس نے افغانستان میں لاکھوں بارودی سرنگیں بچھائیں، کچھ محققین تو ان سرنگوں کی تعداد دس لاکھ سے بھی زائد بتاتے ہیں، جس سے افغانستان کی زرعی زمین بری طرح متاثر ہوئی، افغانستان مین دہائیوں پر پھیلی خانہ جنگی اور سابق سوویت یونین کی طرف سے حملے کے دوران یہاں بارودی سرنگوں کا ایک جال بچھایا گیا، افغانستان میں زیر کاشت زمین پہلے ہی تھوڑی تھی، جو کچھ اندازوں کے مطابق پندرہ فیصد ہے؛ لیکن اس میں سے بھی صرف چھ فیصد پر کاشت کی جارہی تھی، جنگ اور جنگی اثرات کی وجہ سے یہ خیال کیا جاتا ہے کہ افغانستان اپنی تیس فیصد سے زیادہ زمین اور چراگاہیں کھوچکا ہے، زرعی پیداوار بھی 1979ء کے مقابلے میں پچاس فیصد کم ہوئی ہے، جب ملک میں جنگلات دو فیصد سے بھی کم ہیں، ملک میں ایک کروڑ کے قریب بارودی سرنگیں ہیں، جن سے بیس سے تیس افراد روزانہ ہلاک یا زخمی ہوتے ہیں۔

افغانستان میں دس چھوٹے بڑے دریا ہیں، جو 1964ء تک ایک لاکھ اٹھارہ ہزار پانچ سو ہیکٹر زمین کو سیراب کرتے تھے، مزید ایک لاکھ سترہ ہزار چار سو ہیکٹر کو سیراب کرنے کے پروگرام جاری تھے، جن میں سے اسی فیصد پر 1973ء تک کام بھی مکمل ہوچکا تھا؛ لیکن جنگ اور خانہ جنگی کی وجہ سے یہ پورا آبی نظام بری طرح متاثر ہوا، جس کی وجہ سے ملکی زراعت کی پیداوار بھی کم ہوئی اور پانی بھی آلودہ ہوا 1990ء سے 2007 تک افغانستان کا ایک تہائی جنگل مکمل طور پر تباہ ہوگیا جب کہ ہجرت کر کے افغانستان آنے والے 85 فیصد جانوروں نے بھی یہاں کا رخ کرنا چھوڑ دیا۔

سری لنکا میں خانہ جنگی: افغانستان کی جنگ اور بیرونی مداخلت کی وجہ سے وہاں نہ صرف انسانوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا بلکہ ماحول بھی بری طرح متاثر ہوا، بالکل اسی طرح سری لنکا میں بھی خانہ جنگی نے قدرتی ماحول کو ناقابل معافی نقصان پہنچایا، اس جنگ نے ملک کے شمالی اور مشرقی علاقوں کو خطرناک بارود کی آلودگی سے بھی بھردیا، اس جنگ میں ہزاروں انسان تو پہلے ہی ہلاک ہوچکے تھے؛ لیکن 2014ء تک اقوام متحدہ کی ایک رپورٹ کے مطابق تقریبا 22 ہزار انسان دھماکا خیز مواد اور بارودی سرنگوں کے وجہ سے زخمی ہوئے، تصادم سے سری لنکا کی زراعت کو بھی شدید نقصان پہنچا اور ایک اندازے کے مطابق پچاس ہزار سے زیادہ ناریل کے درخت شدید متاثر ہوئے جبکہ جنگی ضروریات کے تحت 25 لاکھ سے زیادہ کھجور کے درختوں کو گرایا گیا، اقوام متحدہ کی رپورٹ کے مطابق جنگ نے ساڑھے تین لاکھ سے زیادہ گھروں کو بھی تباہی سے دوچار کیا یا پھر انہیں نقصان ہوا، جس کی وجہ سے آبادی کو منتقل ہونا پڑا اور وہ ایسی کچی آبادیوں میں منتقل ہوئے جہاں پر قدرتی ذرائع کا انہیں بے دریغ استعمال کرنا پڑا۔

کولمبیا میں خانہ جنگی: ریوولوشنری آرمڈ فورسز آف کولمبیا (فارک) سے تعلق رکھنے والے باغیوں اور کولمبیا کی حکومت کے درمیان 2016ء میں ایک امن معاہدہ ہوا، جس نے لاطینی امریکہ کے اس ملک میں جاری عشروں پر محیط جنگ کا خاتمہ کیا، گوریلا جنگی حکمت عملی کے تحت لڑی جانے والی اس جنگ کا میدان زیادہ تر کولمبیا کے جنگلات رہے، یہ جنگلات فارک کی پناہ گاہیں تھیں اور جب بھی کولمبیائی فوج کو ان کے خلاف کارروائی کرنی ہوتی تو وہ ان جنگلات کا رخ کرلیتی اور پھر یہاں کئی دنوں اور ہفتوں تک جاری رہنے والی جھڑپوں میں دونوں جانب سے انسانی جانوں کے ساتھ ساتھ قدرتی ماحول کو بڑے پیمانے پر نقصان پہنچتا، اس خانہ جنگی میں دو لاکھ بیس ہزار سے زائد افراد موت کا شکار ہوئے جبکہ ستر لاکھ لوگ بے گھر ہوئے یا انہیں نقل مکانی کرنی پڑی؛ لیکن اس جنگ کی وجہ سے ماحولیات پر پڑنے والے منفی اثرات سے نمٹنے میں شاید کئی عشرے درکار ہوں گے۔

افریقی خانہ جنگیاں: خانہ جنگیوں کی یہ داستانیں ایشیا سے لے کر لاطینی امریکہ اور افریقہ تک جابجا بکھری پڑی ہیں، ان میں قیمتی انسانی جانیں تو گئی ہی تھی؛ لیکن ان لڑائیوں کی وجہ سے قدرتی ماحول کو پہنچنے والے نقصان نے یہاں بسنے والوں کا مستقبل بھی غیر یقینی سے دوچار کررکھا ہے، افریقہ کے مختلف ملکوں میں خانہ جنگیوں کی وجہ سے جنگلی حیات کو بھی بڑے پیمانے پر نقصان پہنچا ہے، براعظم افریقہ میں ہونے والی خانہ جنگیوں نے بھی جنگلوں کو اور جنگلی حیات کو بری طرح متاثر کیا، مثال کے طور پر 1946ء سے لے کر 2010ء تک 70 فیصد ایسا علاقہ جو جنگلی حیات کے لئے مختص تھا وہ جنگ کی وجہ سے اس براعظم میں متاثر ہوا، جس کی وجہ سے ہاتھیوں، زرافوں اور کئی دوسرے جانوروں کو بے دردی سے ہلاک کیا گیا اور ان کے اعضاء بیچ کر اس غیر قانونی تجارت سے ملنے والی رقم جنگی مقاصد کے لیے استعمال کی گئی، مثال کے طور پر صرف روانڈا کی خانہ جنگی کے دوران تقریباً سات لاکھ سے زائد مہاجرین ایک قومی پارک میں خیمہ زن ہوئے، ان مہاجرین نے کھانا پکانے، پناہ گاہیں قائم کرنے اور دوسری ضروریات کے لیے دو سال تک روزانہ ایک ہزار ٹن لکڑی کاٹی، جب روانڈا میں جنگ ختم ہوئی تو ایک سو پانچ مربع کلومیٹر کے جنگل کو بری طرح تباہ کردیا گیا تھا جبکہ 35 مربع کلومیٹر کا جنگل درختوں سے بالکل خالی ہوگیا تھا۔

یمن میں صورتحال دوبارہ خطرناک حد تک بگڑنے کا امکان

یمن کے لیے اقوام متحدہ کے خصوصی نمائندے ہینز گرنڈ برگ نے سلامتی کونسل کو بتایا ہے کہ ملک میں بڑے پیمانے پر جنگ دوبارہ شروع ہونے کا خطرہ ہے جو دنیا کے مفاد میں نہیں اور عالمی برادری کو اسے روکنا ہوگا، ان کا کہنا ہے کہ رواں سال کے آغاز سے یمن کے معاملات بے سمت ہوتے جارہے ہیں جنہیں انتہائی بگاڑ تک پہنچنے سے پہلے درست کرنا ضروری ہے، انہوں ں ے یہ بات اسرائیل پر یمن کے حوثی باغیوں (انصاراللہ) کی جانب سے ڈرون حملے اور اس کے بعد اسرائیل کے جوابی حملے کے تناظر میں کونسل کے اجلاس سے ایک روز بعد ارکان کو بریفنگ دیتے ہوئے کہی، یمن میں سعودی عرب کے زیر قیادت علاقائی اتحاد کی حمایت یافتہ حکومت اور حوثی باغیوں کے مابین 10 سال سے لڑائی جاری ہے، گزشتہ دو سال کے دوران ملک میں بڑی حد تک جنگ بندی رہی۔ تاہم غزہ میں جنگ شروع ہونے کے بعد علاقائی سطح پر تناؤ بڑھنے کے اثرات یمن پر بھی مرتب ہوئے ہیں جبکہ حوثی باغی فلسطینیوں کی حمایت میں بحیرہ احمر میں تجارتی جہازوں کو حملوں کا نشانہ بنارہے ہیں، ہینز گرنڈ برگ نے کونسل کو بتایا کہ یمنی تنازعے کے علاقائی پہلو مزید واضح ہوتے جارہے ہیں اور گزشتہ ہفتے سے کشیدگی نئے حدود کو چھونے لگی ہے، خطے میں حالیہ عسکری سرگرمیاں اور بحیرۂ احمر میں بین الاقوامی جہازرانی پر جاری حملے انتہائی تشویشناک ہیں، تجارتی بحری جہازوں کو ڈبویا اور نقصان پہنچایا جارہا ہے، شہری ہلاک ہورہے ہیں اور نومبر میں ہائی جیک ہونے والے مال بردار جہاز گلیکسی لیڈر کا عملہ تاحال زیر حراست ہے جبکہ بین الاقوامی تجارت میں خلل آرہا ہے، انہوں نے کہا کہ امریکہ اور برطانیہ بھی یمن میں حوثیوں کے عسکری ٹھکانوں کو حملوں کا نشانہ بنارہے ہیں، اس مسئلے کا حل تو درکنار، فی الوقت کشیدگی میں کمی کے بھی کوئی آثار دکھائی نہیں دیتے جو کہ تشویشناک امر ہے۔

◯ ☆ اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے، فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں، مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر یا دیئے گئے کیو آر کوڈ اسکین کرکے آپ سالانہ یا ششماہی زرتعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر دیئے گئے موبائل نمبر پر خبر کردیں، رابطہ اور واٹس ایپ نمبر 9576507798 (محمد اسعد اللہ قاسمی منیجر نقیب)
A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168, Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
نقیب کے شائقین نقیب کے آفیشیل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کرکے نقیب سے استفادہ کرسکتے ہیں۔
THE NAQUEEB
UPI ID : 6201750233naqueeb@sbi
BHIM UPI
WEEK ENDING-29/07/2024, Fax : 0612-2555280, Phone:2555351,2555014,2555668, E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com
نقیب | قیمت فی شمارہ -/8 روپے | ششماہی -/250 روپے | سالانہ -/400 روپے

Print & Design by : Azimabad Printers, Patna-06 # 8434419421,9304022690
Scanned with CamScanner